



امام احمد

رحمۃ اللہ علیہ

اور

احیاء دین

بہترین شکل احادیث

رضا اکیڈمی ریسرچ لائبریری

پاکستان

سلسلہ مطبوعات نمبر ۷۴

نام کتاب	امام احمد رضا اور احیائے دین
تصنیف	کیپٹن شکیل احمد اعوان
ناشر	رضا اکیڈمی
کپوزنگ	ایم یو کپوزنگ ایسوی ایٹس دربار مارکیٹ لاہور
مطبع	احمد سجاد آرٹ پریس موہنی روڈ لاہور
ہدیہ	رضا اکیڈمی راجہ لاہور

عطیات بھیجنے کے لیے

رضا اکیڈمی اکاؤنٹ نمبر ۳۸/۹۳۸ حبیب بینک

دس پورہ براچ لاہور

بذریعہ ڈاک طلب کرنے والے حضرات

کٹ ارسال کریں

ملنے کا پتہ

رضا اکیڈمی رجسٹرڈ مسجد رضا محبوب روڈ چاہ میراں لاہور پاکستان

کوڈ نمبر ۵۴۹۰۰ فون نمبر ۲۵۰۳۴۰

فرس

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۵۶	تقسیم بنگال	۵	اشباب
۵۷	مسلم لیگ کا قیام	۷	پیش لفظ
"	تشیخ بنگال	۹	مقدمہ
۵۸	گیلی پولی کا معرکہ	۱۳	تقدیم
	سپہ سالار مصطفیٰ کمال پاشا اور	۱۶	حرف تحسین
۵۹	شرائط صلح	۱۹	تقریظ
"	مصطفیٰ کمال اور وزیر اعظم	۲۱	احیائے دین
۶۰	مالوسی اور پر مزدگی	۲۳	ذکر حیات سرمدی
۶۱	مصطفیٰ کمال کی رائے	۲۴	ظاہری اور باطنی اصلاح کی تحریک
۶۳	ہند میں تحریک خلاف	۲۶	بدعات اور فرسودہ رسومات کا خاتمہ
"	تحریک ترک موالات	"	سجدہ تعظیفی
۶۴	ترک موالات اور علماء	"	صدر کو عتک جھکنا
۶۶	ترک موالات اور اسلامی شعائر کی توہین	۳۷	طواف قبر اور بوسہ
"	اور بے حرمتی	۳۸	قبر کا اونچا بنانا
۷۲	تحریک نہرت	۳۹	عورتوں کا مزارات پر جانا
۷۵	امام احمد رضا کی مومنانہ فراست	۴۲	مسئلہ سماع
	امام احمد رضا بحیثیت ماہر معیشت	۴۵	جہاتیں اور پالیسیوں
	تحریک پاکستان میں امام احمد رضا کے خلفاء		مغربی تہذیب و تمدن کے خلاف امام
	وتلانہ کا انقلابی کردار	۵۰	احمد رضا کا فکری جہاد
		۵۵	امام احمد رضا کے سیاسی نظریات

انتساب

غلبہ اسلام کی انقلاب آفرین
عالمگیر تحریک

انجمن طلبہ اسلام

کے پُر عزم اور جیلے
کارکنان کے نام

”بڑھ رہے ہیں منزلوں کی سمت صبح و شام“
اس زمیں پہ مصطفیٰؐ کا لائیں گے نظام

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

پیش لفظ

امام اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان نے قدس سرہ العزیز انہی کے حق میں ہے جنہوں نے اپنے ہماری زندگی خدمت اسلام اور محبت میں اللہ علیہ السلام میں گزار دی ہے حضرت امام رضا رحمہ اللہ نے دشمنان اسلام سے جو کچھ جنگ لڑی ہے انگریز، ہندو، قادیانی، نجدیہ، انگریز اور دوسرے سب باطلہ پرست فرقے اور گروہ حضرت ام کے خارا شکاف قلم کے مقابلہ میں ٹھہر کے جسے موضوع کو موضوع بنایا حقہ تحقیق ادا کر دیا گذشتہ تین چار صدیوں کے اسلامی تاریخ آنا بڑا جامع العلوم میں کرنے سے قاصر رہے ہے آپ میدان تحقیق کے وہ شہسوار ہیں کہ مہانت اور باطلہ سے معالحت آپ کے قریب نہیں ہو سکتے ہیں بات دہرے ہے کہ۔

تہ جسے سمت آگئے ہوئے کے بٹھا دئے ہیں۔

باطلہ پرستوں نے آپ کے خلاف ایسا کر لیا تھا اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے آپ کے خلاف طرح طرح کے الزام تراشیوں کا سہارا لیا گیا لغویات کا طور مار باندھا گیا لیکن باطلہ کے پاؤں کہاں ہوتے ہیں یہ طوفان بدترین بڑی شدت سے اٹھا ماحول پر چھا گیا لیکن اب یہ جھوٹ کے بادلوں چھٹ رہے ہیں اور حقیقت کا نور ظہور پا رہا ہے۔

امام بریلوی رحمہ اللہ اور ان کے متبعین نے خدمت اسلام کو شعار بنایا تھا غافلین اور معاندین نے ہندو گاندھی کو اپنا مجاہد مانوئے ٹھہرایا تھا مگر یہ حالات کہہ کتنے تم غافلین ہے کہ ہندو کے غلام اور گاندھی کے بھگت راہنما ٹھہرے اور انہیں اسلام کہہ کر جھانپے کا حق دے دیا گیا اور اسلام دشمنی بدعت پرستی اور شرک کہہ علم بردار ہے کا الزام امام رضا رحمہ اللہ پر رکھ دیا گیا۔

سچہ دلاور است و زے کہ بکف چراغ دارو

گذشتہ صدیوں سے عرصے میں امام رضا رحمہ اللہ کے انکار کو عوام شناس بنانے کے لئے بڑا کام ہوا ہے حقیقت کے نور انہی چہرے سے یہ مہسوعیہ دبیز پردے نوچ ڈالے گئے ہیں ہمارے

منظر نہ ہمارے اہل علم، ہمارے خطباء و مقررین اور ہمارے دانشوروں نے بہت کام کیا ہے اور یہ قافلہ عشق و محبت اب بھی پوری قوت سے آگے بڑھ رہا ہے۔ مخالفین اپنے مذموم حرکات بروئے کار لاسے۔ یہ لیکن اب حقیقت کو مزید چھپانا کچھ کے بس ہے۔ یہ رہ گیا ایک بین الاقوامی پلیٹ فارم پر اسٹریڈیا کے ایک یونیورسٹی کے ایک طالب علم نے جو پہلے ایچ ڈی کے لئے مقالہ لکھ رہا تھا اور جس کا موضوع غرضتہ میسر ہے صدی کے پہلے چالیس سالہ کہ ہندو تانہ تاریخ تھے غیر سے پوچھا "نا ہے پاکستان نے یہ بڑے تیز سے بریوٹ پھیلے رہے ہے" "یہ نے جواباً کہا "جسے نا ہے" "حقائق ہمیشہ پھیلا کرتے ہیں"

فاضل بریلوی رحمتہ علیہ فکر ہے اور تجدید کا مودہ کو لے کر آگے بڑھے تھے وہ جس امت کے چودہ سو سالہ نظریات یہ کیا انہ نظریات کے سامنے لیائے تجدید کا کوئی متوالا معنوی ہے بند باندھ سکتا ہے؟ کیا نہرو انہ افکار کا کوئی علمبردار انہ سنت کہے تا بنیوہ اور معتقدات امت کہے معانیوہ کے سامنے کوئی رکاوٹ کھڑی کر سکتا ہے؟ نہیں اور یقیناً نہیں۔

صلیئت کا کارروانہ میدان ہے علم ہے کہ پڑا ہے انشاء اللہ اب فاضلہ بریلوی کے خلاف سب ہفوات کا فورہ ہولہ گے۔

امام رضا کے دعا کے ہمارے نوجوان نے عزیز ٹیکلے احمد عوانہ مجھے اپنے قلم کا شہرہ لکھ میدان ہے علم ہے اترے ہیں، یہ نے انہ کے کتابچہ کو چیدہ چیدہ مقامات سے مطالعہ کیا ہے انشاء اللہ العزیز ہمارا یہ نوجوان علم کا شہرہ لکھ بے حد خدمات سرانجام دے گا۔

امام رضا علیہ الرحمۃ پر وار د کچھ اعترافات کے جوابات مجھے انہ نے پیش کئے ہیں امام احمد رضا اور احیائے دینہ "کہے جامعیت و کاملیت مجھے ثابت کہ ہے حوالہ جات مجھے پیش کئے ہیں نتائج مجھے اخذ کئے ہیں مخالفینہ و معاندینہ کے نظریات کا تجربہ مجھے کیا ہے یہ انہ کہ پہلے کوشش ہے اور ہمیں امید ہے کہ وہ تحقیق کے سمندر کہ پہنا نیوہ میں اتر کر بڑے قیمتی موقعے الہی سنت کہ ذکر کہ گے ہم نقشہ اولہ کے بعد نقشہ ثانیہ کے منتظر ہیں گے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم علیہ السلام کے صدقے میں انہ کے علم و علم میں برکتیں نازل فرمائے۔

نیا ذوالحجہ پر و فی سر سید ذاکر حسین خٹک ایم اے پرنسپل جامعہ محمدیہ غوثیہ انوار اللہ انہ صدر راولپنڈی

مقدمہ

از: جناب ڈاکٹر سید مطلوب حسین

پاکستان کی چہل سالہ تاریخ میں گزشتہ ایک دہائی نکاری، معاشرتی، سیاسی اور اخلاقی سطحوں پر خاصی انفرادیت اور اہمیت کی حامل رہی ہے۔ اس دوران میں اسلامی اقدار و روایات کی نشوونما کے لئے ایک خاص فضا ساز کار ہوئی ہے جس کی حیثیت عبوری نہیں بلکہ بنیادی ہے اس دور میں نوجوان نسل خاص طور پر واضح نمایاں اور مثبت تبدیلی پر گامزن ہوئی ہے، جس کی بڑی وجہ اپنے درخشاں ماضی کا عرفان، حال کی شناخت اور مستقبل کی فکر ہے۔ اقوام و ملل کی تاریخ عروج و زوال میں اس احساس یا عدم احساس کا بہت بڑا ہتھیار ہے۔ برصغیر کے مسلمانوں کو جب یہ شعور و ادراک حاصل ہوا اور انہوں نے بیک وقت ازہنگ و ہنود کے خلاف علی جدوجہد کا آغاز کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں پاکستان کی شکل میں نعمت عظمیٰ سے نوازا۔ یہ سعادت زور بازو یا اجتماعی جدوجہد کا نتیجہ تو تھی ہی لیکن اس کے پیچھے توفیق الہی کے علاوہ سیاسی اور مذہبی سطحوں پر وہ رہنمائی حاصل تھی جو ایسی تحریکوں کی جان ہوتی ہے۔ یہ کام سیاسی محاذ پر سر سید احمد خان سے لے کر قائد اعظم تک مختلف اہم شخصیتوں نے انجام دیا۔ لیکن مذہبی حلقوں سے اگر ممبر پور تائید حاصل نہ ہوتی تو شاید صورت حال اسلامیان برصغیر کے حق میں مفید نہ ہوتی۔ اس محاذ پر جو کارنامہ اعلیٰ حضرت احمد رضا شاہ خاں بریلوی اور ان کے مکتب سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں نے سرانجام دیا

وہ ناقابلِ فراموش ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلم لیگ کے جسم میں حرارت اور نیا خون زندگی اس وقت دوڑا جب بریلوی مکتب کے علماء نے مسلم لیگ کے پروگرام سے اتفاق کیا اور قائد اعظم کو اپنی تمام تر حمایت و تعاون کا نہ صرف یقین دلایا بلکہ عملی جہد میں بھی حصہ لیا جو تحریکِ پاکستان کا ایک اہم حصہ ہے۔ افسوس کا مقام ہے کہ ہم نے اپنے اس محسنِ عظیم کو فراموش کر دیا۔ حالانکہ ہم اپنی دینی محافل میں ان کا کلام پڑھتے ہیں، سنتے ہیں اور سر دھنتے ہیں لیکن اگر ان کے بارے میں دریافت کیا جائے تو ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ یا پھر ان کی وجہ شہرت صرف ایک لغت گو شاعر کی رہ گئی ہے جو ان کی قد آور شخصیت کے مقابلہ میں کچھ بھی تو نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی ابتدائی دو صدیوں کو چھوڑ کر تاریخ میں ان کے منصب و مرتبہ کے بہت کم لوگ گزرے ہیں۔ وہ بیک وقت اپنے دور کے فقیہ، مفتی، انشا پرداز، شاعر، بدل، ریاضی دان، ہیت دان اور دیگر علوم متداولہ پر بے پناہ دسترس رکھتے تھے۔ لیکن ان کا اصل کارنامہ احیائے اسلام یا اسلامی نشاۃ ثانیہ ہے۔

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں شکست کے بعد اسلامیانِ ہند کی صرف بباط سلطنت ہی نہیں بچی، بلکہ روحانی، اخلاقی اور علمی متاع کو بھی ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا اور بقول علامہ اقبال

”وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا“

کارواں کے دل سے احساسِ زبیاں جاتا رہا“

اس پر طرہ یہ کہ مسلمانوں کی تہذیب و اصلاح کے نام سے ایک تحریک اٹھی جس کا بنیادی مقصد تو نیک تھا لیکن نتیجہ... اثر زبیاں کاری اور سود فراموشی کے سوا کچھ نہ ملا۔ کیونکہ جس تحریک کا خمیر ہی نام و ناموس رسالت کی عظمت میں کمی پر رکھا گیا ہو اس سے اور کیا توقع ہو سکتی تھی۔ اس منفی سوچ اور طرزِ عمل نے ہمارے اسلامی تشخص کو بہت نقصان پہنچایا۔

مخالفین اسلام کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ اگر مسلمانوں کو کمزور و ناتواں بنانا ہے تو ان کے قلوب و اذہان سے عشقِ نبیؐ اور حبِ رسولؐ کے جذبہ کو کم کر دے۔ یہ فاقہ کش کے موت سے ڈرتا نہیں ذرا روبرو محمدؐ اس کے دل سے نکال دو

اعلیٰ حضرتؐ نے اس راز کو پایا تھا اور انہوں نے اپنے مشن کا آغاز ہی اس بنیاد پر کیا کہ اگر مسلمانوں کو اپنی عظمت رفتہ اور شوکتِ گزشتہ کو بحال کرنا ہے تو انہیں اپنے شاندار ماضی کو سامنے رکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت کے رشتہ کو مضبوط اساس پر استوار رکھنا ہوگا۔

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے

دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کر دے

اس نام کے اعزاز سے مردہ دلوں کو دھڑکنیں، دھڑکنوں کو حرارت اور بیداری نصیب ہوئی۔

دلِ بیدار فاروقی دلِ بیدار کراری

مس آدم کے حق میں کیا ہے دل کے بیداری

اس کیمیائے اپنا اثر دکھایا۔ دل کی بستیاں آباد ہوئیں۔ اسلامی اداروں کی رونق نوٹ آئی۔ اسلامی اقدار و روایات زندہ ہوئیں۔ کارواں کے دل میں احساسِ زبیاں پیدا ہوا جس کے نتیجے میں متاعِ گمشدہ کی بازیابی ہوئی۔

اس کامیابی کا تمام تر سہرا اعلیٰ حضرت احمد رضا خاںؒ کے سر ہے جو اپنی وفات (۱۹۴۱ء) کے بعد اپنے پیچھے ایک فضا، ایک فکر، ایک لہر اور ایک تحریک چھوڑ گئے جس نے مخالفین کی تندی اور حالات کی تلخی کا ہر محاذ پر ڈٹ کر مقابلہ کیا اور حصولِ منزل کو آسان بنا دیا۔ تاریخ کے اس موڑ پر قیامِ پاکستان کے چالیس سال بعد جب وطن عزیز میں احیائے اسلام

کو موافقت میں حالات بدل رہے ہیں تو اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اپنے محبین کے کارناموں کا تذکرہ کریں اور تاریخ میں ان کا وہ مقام متعین کریں جس کے وہ مستحق ہیں اس طائفہ میں اعلیٰ حضرت کا نام چونکہ سر فہرست ہے۔ اس لئے ان کا حق ہم پر واجب ہے اس حق کو تشکیل احمد اعوان نے کتاب ”امام احمد رضا اور احیائے دین“ لکھ کر ادا

کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین !

تشکیل احمد اعوان ایک صالح نوجوان ہیں۔ ان پر مذہبی رنگ غالب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عمر کے اس حصہ میں بھی وقتاً فوقتاً اخبارات و رسائل میں مختلف اسلامی موضوعات پر لکھتے رہتے ہیں۔ ان کا تعلق طلبہ کی ملک گیر اسلامی تحریک انجمن طلبائے اسلام سے ہے وہ ضلع راولپنڈی کے خازن اور راولپنڈی شہر کے ناظم بھی رہ چکے ہیں۔ ان کی زیر نظر کتاب میں نے بغور دیکھی ہے۔ ایک نوجوان انجمن کے مولف و مصنف کی ایک عمدہ کاوش ہے یہ کام بڑوں کے کرنے کا ہے جو انہوں نے اپنی لباط کے مطابق سرانجام دے کر دوسروں کے لئے ایک اچھی مثال قائم کی ہے۔ اس کتاب کو ہم تحقیقی تو نہیں کہہ سکتے۔ تاہم اس میں ایسا مواد شامل کر دیا گیا ہے جس سے عام قارئین کے علم میں اضافہ ضرور ہو سکتا ہے اس لحاظ سے یہ کتاب بنیادی طور پر خاصی اہمیت کی حامل ہے جسے پڑھ کر تشویق مل سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس نوجوان کو مزید توفیق دے،

آمین !

سیدہ مطلوب حسین

وزارت منہجی امور پاکستان، اسلام آباد

مقدمہ

از جناب میاں عبدالرشید مدظلہ، ممتاز صحافی و کالم نگار

برصغیر پاک و ہند میں حضرت احمد رضا خاں دہلویؒ کے شخصیت سے توفیق تبحر علمی، خدمت اسلام اور خدمت مسلمانانہ ہند کے لحاظ سے منفرد حیثیت اور شان رکھتے ہیں۔ ایک سچے مومن کے طرح آپ اعلیٰ کلمۃ الحق سے شریعہ پر بند تھے۔ چونکہ آپ نے نہایت جرأت و بے باکی سے دینے اور پاک سے بدافروں سے بعض نام نہاد مصلحین اور لیڈروں کا بھرم اور طلسم توڑا۔ اس لیے ان کے متبعین نے آپ کے خلاف بے سرو پا پراپیگنڈہ کے مذموم مہم چلائی درہند پر سیر کے تعاد نے سے اتنا گرد و غبار اڑایا کہ ابھی تک بعض لوگ امام دہلوی کا نام سننا تک گوارا نہیں کرتے آئندہ صفحات کے مطالعہ سے معلوم ہو گا کہ حضرت احمد رضا خاں نے ”صاحب نے بدعات اور بڑے رسومات کے شدید مخالفت کی کہ چونکہ اس کے ساتھ آپ نے سید اسماعیل دہلوی کے پیدا کردہ شرانگیزی کے سائل کا بھی سختی سے بطلان کیا۔ اس لیے اسماعیل دہلوی کے پیروؤں نے بات مشہور کرنے میں ایڑی چوڑی کا زور لگا دیا کہ امام احمد رضا خاں بدعات اور بڑے رسومات کے حامی تھے اور چونکہ یہ پراپیگنڈہ کرنے والے ہندوؤں کے ساتھ بھائی باؤں اور مودت کے حامی تھے۔ اور حضرت احمد رضا خاں نے ہندوؤں کو مشرک و نجس قرار دیتے تھے اس لیے ہندو اخبارات نے جن کے ان دنوں کثرت تھی ان کے اشاعت سے بھی زیادہ تھی۔ مخالفین کے اس پراپیگنڈے کو زبردستی ہوا دے۔

علامہ تعلیم یافتہ مسلم طبقہ کو یہ معلوم نہیں کہ اسماعیل دہلوی نے ایسے فرحی تھے

پیدا کیے تھے۔ جس نے میں اللہ تعالیٰ کے شانے میں مجھے گتائی تھی اور جناب رسول پاکؐ کے بے ادبے اور امانتے بھی۔ مثلاً یہ کہ جو کہے کہ اللہ جھوٹ نہیں بول سکتا وہ اللہ کے قدرت کو محدود کرتا ہے۔ "یا جو کہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے جناب رسول پاکؐ جیسا دوسرا رسول پیدا نہیں کر سکتا وہ اللہ کے اختیار کو محدود کرتا ہے کوئی (اسماعیل دہلوی) سے پوچھے کہ ایسے منہ گھڑت مسئلے اٹھانے کی ضرورت نہیں کیا تھی؟ قرآن سے پاکؐ میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر رحمت کو لازم کر لیا

ہے۔ تو کیا اس سے اللہ تعالیٰ کے قدرت کو محدود ہو گئے ہیں۔ اس کے طبع جب یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ اب حضور اکرمؐ کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا تو پھر یہ منہ اٹھانے کے کیا ضرورت تھی کہ اللہ تعالیٰ آئندہ جناب رسول پاکؐ جیسا نبی پیدا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

اسماعیل دہلوی جناب رسول پاکؐ کے بے ادبے اور گتائی میں مجھے بہت آگے نکل گیا مثلاً نبیؐ کے عزت میں ایسے کر دجیے بڑے جانی کے (نعوذ باللہ) "نبیؐ کے حیثیت خدا کے سامنے ایسے ہے جیسے گاؤں کے چوہرے کے سلنے گاؤں کے کچھ ہڑے چار کے" "نعوذ باللہ" اور اس کے قسم کے دیگر خرافات کیا ایسے باتیں اصلاحات کا درجہ رکھتی ہیں یا فسادات کا؟ آج کل کے لوگوں کو یہ بھی علم نہیں کہ ہندو مسلم اتحاد کے حامی کانگریسی علماء ہندوؤں کو جو شرک اور نجس ہیں مسجدوں میں لے جا کر منبر رسول پاکؐ پر بٹھاتے رہے اور ان سے تقریریں کراتے رہے۔ انہوں نے ہند کو دارالحرب قرار دے کر مسلمانوں کو یہاں سے ہجرت کر جانے کے فتوے دیے جس سے مسلم عوام سخت تکالیف اور مصائب کا شکار ہوئے۔ اسے سیاسی نقصان یہ ہوا کہ گاندھی ہندوؤں کے ساتھ مسلمانوں کا بھی لیڈر بنے بیٹھا اور مسلمانوں کے مطالبات کے سلسلہ میں کانگریس اور مسلم لیگ میں جو مذاکرات ہو رہے تھے اس نے انہیں ختم کر دیا۔

انگریز نے ایک سازش کے تحت مسلمانوں کے دلوں سے حضور اکرمؐ کی عظمت نکالنے اور انہیں جہاد سے برگشتہ کرنے کے ہم چلائی تھی۔ اس سے یہ کہ ملت مسلمہ کا اندرون ربط حضور اکرمؐ کی محبت و عقیدت پر مبنی ہے اور اس کا بیرون پھیلاؤ جہاد سے وابستہ ہے۔ حضور اکرمؐ کی محبت و عقیدت کم کرنے کے کام کے ابتداء اسماعیل دہلوی اور اس کے پیروؤں نے کی اور جہاد کے تخیل کا اعلان مرزا قادیانی نے کیا۔ حضرت احمد رضا خانؒ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے مسلم عوام کے دلوں میں حضور اکرمؐ کی محبت و ادب کو راسخ کر کے دینے کو منہدم ہونے سے بچایا۔

۸۳۴ / سن آباد
(لاہور)

عبدالرشید
جنوری ۱۹۸۷ء

حرف تحسین

عالم مصطفیٰ مجددی صاحب
سیکڑی احاطہ تعلیمات مجددیہ شکرگاہ

یہ ایک حقیقت ہے کہ اس تجلی گاہ عالم میں بعض شخصیات کچھ اس انداز سے جلوہ گرہوتی ہیں کہ دیکھتے ہی دیکھتے ان کے اعلیٰ اطوار و افکار کا پرچم ہر طرف لہراتا ہوا نظر آتا ہے۔ ایسی خوش قسمت شخصیات میں حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ القوی ایک منفرد اور گونا گوں حیثیت کے حامل بن کر ابھرے اور مقوڑے سے عرصہ میں آسمان تاریخ پر آفتاب و ماہتاب کی طرح جگمگانے لگے۔ آپ کے انمٹ نقوش پا آج بھی ہزاروں مسافروں کے لئے مینارۂ نور کی مانند درست منزل کی طرف راہنمائی کر رہے ہیں آپ کے دور میں بڑے بڑے شیوخ، علماء اور اہل تحقیق حضرات نے اپنا سکہ جما رکھا تھا۔

شبلی کی تاریخ دانی،

حضرت حالی اور داغ کی فسون خیز شاعری

ابوالکلام کی انشا پردازی

اقبال کی پرواز تخیل اور طرز فکر

اور ظفر و جوہر کی شعلہ نوائی با ہم عروج کو چھو رہی تھی۔

اعلیٰ حضرت جب تمام تر تابانیوں اور تابشوں کے ساتھ منظر تاریخ پر نمودار ہوئے تو ہر سمت ان کی علمی، فکری، فقہی اور تحقیقی رشحات کا طوطی بولنے لگا۔

محسن چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے

انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم، رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر رحمت اور شاہ جیلان رضی اللہ عنہ کی امداد سے جس میدان میں بھی قدم رکھا سرخرو ہوئے۔ کامرانی ان کے پاؤں چومنے کو بے تاب نظر آئی، آپ خود تحدیثِ نعمت کے طور پر فرماتے ہیں:

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھادیئے ہیں

وہ اہلسنت کے عقائد و نظریات کے زبردست مبلغ تھے۔ جب ان عقائد و نظریات کے نازک پھولوں کو پامال کیا جا رہا تھا تو انہوں نے آگے بڑھ کر ان کی بقا کا انتظام فرمایا۔ جو ہاتھ بھی ان پھولوں کو شاخِ نخلِ اسلام سے توڑنے کے لئے بڑھلا آپ نے وہ ہاتھ کاٹ کر رکھ دیا۔

آپ مجددِ وقت تھے

قافلہ سالار تھے

مرکبِ ایام نہیں بلکہ راکبِ ایام تھے

شہسوارِ عرصہ تجدید اور پاسبانِ گلشنِ اسلام تھے

شرکتانِ ہند میں شیخِ سرہندی رضی اللہ عنہ کی طرح سرمایۂ ملت کے نگہبان تھے۔

ہاں! ہاں! ایسے نگہبان جو راتوں کے پر ہول اندھیالوں میں جاگ کر قوم کی حفاظت

کرتے رہے۔

(۲)

زیر نظر کتاب ”امام احمد رضا اور احیائے دین“ ہمارے عزیز جناب کیپٹن شکیل احمد اعوان صاحب کی عظیم علمی اور تحقیقی کاوش ہے۔ اس ناچیز نے کتاب کے چند ابواب کا مطالعہ کیا اور ”حرف تحسین“ لکھنے کے لئے قلم کو حرکت دی۔ الحمد للہ فاضل مصنف نے تحقیق اور انصاف کا دامن کہیں بھی نہیں چھوڑا۔ اندازِ بیاں نہایت خوبصورت اور دل نشیں ہے۔ ثابت کیا گیا ہے کہ امام احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ حامی بدعات نہیں بلکہ قاطع بدعات تھے۔ آپ کسی نئے فرقے کے بانی نہیں بلکہ اسلاف کے نقش قدم پر چلنے والے تھے۔ آپ نے عقائدِ اسلام کو آجا کر کیا اور تجدیدِ دین کا اہم فریضہ سرانجام دیا۔ الحاصل: زیر نظر کتاب

تمام پہلوؤں سے ایک حسین کاوش ہے۔ ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف کو مزید ایسی علمی خدمات سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین
(۳)

آپ جانتے ہیں کہ ”رضا اکیڈمی لاہور“ اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے محتاج تعارف نہیں۔ اس ادارے نے امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کی بے مثال شخصیت پر تحقیق کا جتنا کام کیا ہے۔ اس کی مثال دنیا بھر میں بہت کم ہے۔ یہ ادارہ عرصہ قلیل میں ہزاروں کتابیں اپنے قارئین کی علمی تشنگی کو دور کرنے کے لئے فراہم کر چکا ہے۔ اس ادارے کے سربراہ جناب الحاج مولانا مقبول احمد ضیائی صاحب سراپا عشق مصطفیٰ کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے ساتھ از حد پیار ہے کہ آپ یقیناً اس گئے گزرتے دور میں خلوص و وفا کی تصویریں۔ یہ کتاب بھی آپ کے ہی ذوق سلیم کی منہ بولتی نشانی ہے۔ خوبصورت کاغذ، دیدہ زیب کتابت، نظر افروز ٹائٹل اللہ اکبر ع
ہر لحظہ نیا طور نئی برق تجلی
دُعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ موصوف کو مزید مسلک اہلسنت کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ابن دُعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

غلام مصطفیٰ مجددی

یکم ربیع الاول شریف ۱۴۱۳ھ

پیر طریقت حضرت علامہ علاؤ الدین صدیقی مدظلہ العالی

بلاشبہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نابغہ روزگار اور عصری صلاحیتوں کے مالک تھے، دینے حلقوں میں وہ اپنے علمی جلال اور علمی وجاہت سے بڑھ کر عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بنیاد پر جانے اور پہچانے جاتے ہیں رسالتِ جناب ختم مرتبت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بے پناہ وابستگی کے طفیل آپ اگر ایک طرفے عظیم مدنی، بے مثال مفسر، بلند پایہ مناظر اور مجتہد انہ طرز کے فقیہ نظر آتے ہیں، تو دوسری طرف میدانِ تصوف کے عظیم شہسوار اور آسمانِ طریقت کے نیر تاباں بھی دکھائی دیتے ہیں۔
عزیزم شکیل احمد اعوان نے انتہائی ذمہ داری اور علمی دیانت داری سے زیر نظر کتاب امام احمد رضا اور احیائے دین کو ترتیب دیتے ہوئے آپ کے گراں قدر دینی و سیاسی خدمات کا ذکر کیا ہے؛ اللہ تعالیٰ ان کے اس علمی و تاریخی کادشے کو قبولیت سے نوازے ہوئے عام و خاص کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین

دعا گو پیر علاؤ الدین صدیقی سجادہ نشین دربارِ نبویات شریف

(قائم تحریک نظام مصطفیٰ آزاد کشمیر ۲۲ جنوری ۱۹۸۷ء)

اَحْيَاكُم

ذکر حیاتِ سرمدی

مسلمانوں کی تاریخِ عروج و زوال کی ایک عظیم داستان ہے جب تک مسلمانوں کے قلوب نورِ عشقِ مصطفیٰ سے تاباں و درخشاں رہے قیصر و کسریٰ کے تاج و تخت ان کے قدموں تلے ڈھیر تھے اور جب اہل اسلام کے دل اہل نور و علم یزل سے خالی ہوئے تو غرناطہ سے لے کر واکاہ تک ذلت و رسوائی ان کا مقدر بن گئی۔ مفکر اسلام علامہ اقبالؒ اس قوتِ لافانی کا تعارف یوں کرتے ہیں

”ہر کہ عشقِ مصطفیٰ سامانِ دوست

بھرد و برد و کوشش دامنِ دوست“

اگر ہم بر نظرِ غایتِ تاریخ اسلام کا جائزہ لیں تو ہمیں عید اللہ بن ابی اور عبد اللہ بن سبا سے لے کر غلام احمد قادیانی اور نام نہاد مصلحین نجد تک ایک ایسا مذموم سلسلہ نظر آئے گا جو مسلمانوں میں وہ کران کے ایمان و ایقان کو لوٹا دیا۔ لیکن دوسری طرف خلیفۃ الرسولؐ سیدنا صدیق اکبرؓ سے لے کر امام اعظم ابو حنیفہؒ تک اور پھر غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور امام ابو منصور ماتریدیؒ سے لے کر مجددِ اہلِ ثمانی اور امام محمد احمد رضاؒ تک ہمیں ایمان و عشق کی ایسی مضبوط زنجیر نظر آتی ہے جس نے توحید و رسالت کے خلاف ہونیوالی ہر سازش اور ریشہ دوانی کو شل کر کے رکھ دیا۔ احمد رضا اسی زنجیر کی ایک مضبوط کڑی کا نام ہے۔

آپ ۱۲ جون ۱۸۵۶ء بمطابق ۱۰ شوال ۱۲۷۴ھ بمصر کے مشہور شہر بریلی میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ وقت تھا جب پورے برصغیر میں انگریزی مظالم کے خلاف علمِ جہاد بلند کرنے کے لئے اسلامی جمیعتِ ترویجِ دینی تھی اور پھر اگلے ہی سال یہ لاوا پھٹ پڑا مسلمانوں نے پورے برصغیر میں انگریز سامراج کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا جن علماء و مشائخ اہل سنت نے خالقِ ہوں سے نکل کر مجاہدینِ آزادی کی سرفروشانہ انداز میں قیادت کی اور فرنگی طاغوت کے خلاف فیصلہ کن جہاد کا آغاز کیا۔

نیکو

ان میں بطل حریت علامہ فضل حق شہید خیر آبادی، مولانا سید کفایت علی کانی مراد آبادی، مولانا عبد الجلیل شہید علی گڑھی، مولانا سید احمد اللہ شاہ مدو اسی، مفتی صدر الدین آزاد دہلوی، مولانا عنایت علی کاکوروی، شہید حریت مفتی رسول بخش کاکوروی، مولانا دین الدین، مولانا امام بخش صہبانی اور مولانا فیض احمد بدایونی سرفہرست ہیں۔ لیکن عدم تنظیم، پیشہ درانہ تربیت کی کمی، مضبوط مرکزی قیادت کے فقدان اور غدار عناصر کی وجہ سے یہ تحریک کامیاب نہ ہو سکی۔ اور برصغیر مکمل طور پر فرنگی بربریت کا شکار ہو گیا۔ اس وقت امام احمد رضا کی عمر مبارک ایک سال اور چند ماہ تھی۔ امام احمد رضا کے آباؤ اجداد سمرقند کے ایک چٹھان قبیلہ بڑیچ سے تعلق رکھتے تھے، اور آپ کے جد امجد سعید اللہ خان شجاعت جنگ بہادر شاہ جہاں بادشاہ کے دور میں سمرقند سے ہجرت کر کے ہندوستان تشریف لائے تھے۔ امام احمد رضا کے والد گرامی امام الشکلیں علامہ محمد تقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے جید علماء میں شمار ہوتے تھے، امام احمد رضا نے اپنے والد گرامی کے علاوہ جن علماء مشائخ سے اسلامی علوم و فنون حاصل کیے ان میں شاہ آل رسول مارہروی، شیخ احمد بن زین دھلان مکی، شیخ عبدالرحمن سراج مکی، مرزا غلام قادر بیگ، شیخ حسین بن صالح، اور مولانا عبدالعلی رام پوری شامل تھے، آپ نے چار سال کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ شتم کیا، چھ سال کی عمر میں عید میلاد النبی کے ایک جلسہ میں بڑی جامع تقریر فرمائی۔ امام احمد رضا کی جلالت علمی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے صرف آٹھ سال کی عمر میں نحو کی مشہور کتاب کی شرح لکھ ڈالی، پھر وہی سال بعد ۱۸۶۶ میں دس سال کی عمر میں مسلم الثبوت پر حاشیہ رقم فرمایا۔ ۱۸۶۹ میں آپ نے جملہ علوم و فنون کی تکمیل کی، اور آپ کو دستار عطا فرمائی گئی۔ اسی سال مسند و شاعت کے بارے میں ایک مبسوط اور جامع شرعی فتویٰ صادر فرماتے پر آپ کو دارالافتاء کی ذمہ داری بھی سونپ دی گئی۔ ۱۸۷۴ میں اٹھارہ سال کی عمر میں آپ کی ازدواجی زندگی کا آغاز ہوا۔ ۱۸۷۵ کو آپ حضرت سید آل رسول مارہرہ خریف کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ اکیس سال کی عمر میں امام احمد رضا اپنے والد گرامی کے ہمراہ حج و زیارت کے لیے بیت اللہ پہنچے، جہاں علماء حجاز نے آپ کی شخصیت سے متاثر ہو کر آپ کو "شیخ الدین احمد" کا لقب دیا۔ ۱۹۰۲ء میں آپ نے برطانیہ میں بڑے صغیر کی عظیم اسلامی درس گاہ دارالعلوم منظر اسلام کی بنیاد

رکھی۔ ۱۹۰۵ء میں آپ نے دوسرا حج فرمایا، ۱۹۱۱ء میں آپ نے امت مسلمہ کو قرآن حکیم کا مستند ترین اوردو ترجمہ کنز الایمان عنایت فرمایا۔ نومبر ۱۹۲۱ء بمطابق ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کو امام محمد احمد رضا فاضل بریلوی اس دنیائے فانی سے عالم جاودائی کی جانب روانہ ہوئے۔

تاریخ برصغیر میں امام احمد رضا کا علمی اور روحانی مقام بہت بلند ہے آپ کو بیک وقت ۵۵ علوم و فنون پر مکمل دسترس حاصل تھی۔ ان علوم و فنون کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) علم قرآن (۲) علم حدیث (۳) اصول حدیث (۴) اصول فقہ (۵) فقہ حنفی (۶) کتب فقہ جملہ مذاہب (۷) جہل مہذب (۸) علم تعبیر (۹) علم العقائد و الکلام (۱۰) علم نحو (۱۱) علم صرف (۱۲) علم معانی (۱۳) علم بیان (۱۴) علم بدیع (۱۵) علم منطق (۱۶) علم مناظرہ (۱۷) علم فلسفہ (۱۸) علم (۱۹) علم بیعت (۲۰) علم حساب (۲۱) علم ہندسہ (۲۲) امام فرماتے ہیں کہ یہ علم میں نے اپنے والد گرامی و علامہ محمد تقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کئے (۲۳) بقرات (۲۴) تجوید (۲۵) تصوف (۲۶) سلوک (۲۷) اخلاق (۲۸) اسرار جہاں (۲۹) سیر (۳۰) تاریخ (۳۱) لغت (۳۲) ادب (۳۳) ان دس علوم کے بارے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ یہ علوم میں نے اساتذہ سے بالکل نہیں پڑھے پر نقاد علماء سے مجھے ان کی اجانت حاصل ہے۔ (۳۴) ارثا طبعی (۳۵) جبر و معاہدہ (۳۶) حساب ستینی (۳۷) لوکار ثبات (۳۸) علم التوقیت (۳۹) مناظرہ مرایا (۴۰) علم الاکار (۴۱) زیکیات (۴۲) مثلث کردی (۴۳) مثلث سطح (۴۴) بیاتہ جدیدہ (۴۵) ربیات (۴۶) جنفر (۴۷) ناگچہ (۴۸) نظم عربی (۴۹) نظم فارسی (۵۰) نظم ہندی (۵۱) شریعی (۵۲) شرفاری (۵۳) شریعی (۵۴) خط نسخ (۵۵) خط نستعلیق (۵۶) تلاوت مع تجوید (۵۷) علم اللغات صلا

ان تمام علوم و فنون سے امام احمد رضا کے ایک ہزار سے زائد تصانیف و رسائل بھرے پڑے ہیں جبکہ فتاویٰ عالمگیریہ کے بعد فقہ حنفی کا عظیم الشان شہکار فتاویٰ رضویہ امام کی عالمانہ بیعت اور محققانہ جلالت کا منہ یوت ثبوت ہے آپ کے اس فتاویٰ کو اسلامی قانون کے ایک مستند ترین ماخذ کی حیثیت حاصل ہے۔

مسند اسلام علامہ محمد اقبال علوم فقہ میں امام احمد رضا کی مہارت، ذکاوت، ذہانت اور پیچیدہ فقہی مسائل میں آپ کی تحقیق و تدقیق کو تسلیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"ہندوستان کے دور آخر میں حضرت احمد رضاؒ جیسا طباع اور ذہن نقیبہ پیدا نہیں ہوا۔
میں نے یہ رائے ان کے فتاویٰ کے مطالعے سے قائم کی ہے جو ان کی ذہانت و فطانت و بحدت
طبع، کمال نقیبات اور علوم دینیہ میں تجربہ علمی کے شاہد عامل ہیں۔ امام احمد رضاؒ کی عظیم علمی کاوشوں اور
جدیدی کوششوں کو یہ نظر غائر دیکھا جائے تو آپؒ امام غزالیؒ، امام محمد الدینیؒ، امام ابن عربیؒ، امام ابراہیم
شرانیؒ، امام ابو منصور ماتریدیؒ، علامہ ابوبکر محمد بن الطیبؒ باقانی اور حضرت مجدد الف ثانیؒ
جیسی عظیم علمی، روحانی اور مصلح شخصیات کی صف میں نظر آتے ہیں۔

لیکن امام کی زندگی کا مطالعہ کرنے والے محقق یا مورخ اس وقت حیرت و استعجاب کا تجربہ جاتا ہے
جب آپ کے پر سوز، دلربا، دلکش، کیف و سرور میں ڈوبے عشق و مستی سے سرشار فن سخن وری
کا باب ان کے سامنے رہتا ہے عربی و فارسی، ہندی اور اردو میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضاؒ نے شاعری
کی تمام اصناف میں جس طرح
کا کلام خدائے کشف "آج بھی ارباب علم و فن سے خراج تحسین وصول کر رہا ہے اور اگر غور
سے دیکھا جائے تو یہ حقیقت آشکار ہو جائے گی کہ فقہیہ اور امام ہونے کے باوجود آپ کے سخن
میں سوز و گداز، عشق و مستی، راحت و راحت اور کیف و سرور و عرف و عشق رسولؐ کی وجہ
سے ہے۔

مذکورہ بالا اوصاف عقیدت کی مہک نہیں بلکہ حقیقت کے غماز ہیں لیکن ان تمام حقیقتوں
سے بڑھ امام احمد رضاؒ کی شخصیت کا سب سے عظیم پہلو ہند میں تجدید اہیا لے دینا ہے۔
انگریزی تسلط کے بعد مسلمان ہند کو خصوصی طور پر سخت نا مصائب حالات کا سامنا کرنا پڑا۔
جبکہ ہندوؤں کو فرنگی سامراج نے اپنا مہنوا بنالیا۔ مسلمانوں کے ساتھ خصومت اور عداوت
کی وجہ بڑی صاف اور واضح تھی اور وہ یہ کہ انگریزوں سے پہلے اقتدار و حکومت مسلمانوں کی تھی وہ
انگریزوں کو یہ یقین تھا کہ مسلمان اپنی عزت و عظمت کے حصول کے لئے ضرور جدوجہد کریں گے۔
لہذا اس جدوجہد کو ختم کرنے اور اپنے اقتدار کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لئے انگریزوں نے

ص ۱ ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ "امام اہل سنت"

انتہائی مکارانہ چالیں چلیں جن میں سے چند کا تذکرہ مندرجہ ذیل ہے۔

۱، انگریزوں نے فارسی کے بجائے انگریزی کو دفتری زبان قرار دیا۔

۲، مدارس اسلامیہ کے مقابلے میں مشنری سکول قائم کئے۔

۳، مسلمانان برصغیر کی اجتماعی وحدت کو بارہ بارہ کرنے کے لئے قادیانیت اور گٹھن پور
کے گمراہ مذہبی فرقے تیار کئے۔

۴، اسلامی نظام و نصاب تعلیم کی جگہ لارڈ بیکن دلی کا سامراجی نظام و نصاب تعلیم رائج کیا۔

۵، مسلمانوں پر ملازمتوں کے دروازے مکمل طور پر بند کر دیئے گئے۔

۶، عیسائی مشنریاں قائم کی گئیں جو کہ غریب اور سادہ لوح مسلمانوں کو عیسائی مذہب
قبول کرنے کی بھرپور دعوت دیتیں۔

۷، معاشی اور اقتصادی طور پر مسلمانوں کو مفلوج اور بے بس کرنے کے لئے انگریز

نے ہندوؤں کو اپنا منظور نظر بنالیا اور انہیں ہر طرح کی معاشی اور اقتصادی
سہولتیں مہیا کیں۔

منطقی طور پر ان غیر منصفانہ اور متعصبانہ اقدامات کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانان برصغیر نے
علماء و مشائخ اہل سنت کی سرفروشانہ قیادت میں علم جہاد بلند کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ تحریک
پورے ملک میں پھیل گئی کشمیر سے لے کر اس گارنی تک لاکھوں مسلمانوں نے مجاہدانہ انداز میں اس تحریک میں
حصہ لیا اور حق و صداقت کی نیت کے لئے اپنی جانیں تک قربان کر دیں۔ اگرچہ بعض مذہبی وجوہات

کی بناء پر ہندوؤں نے بھی اس تحریک میں حصہ لیا لیکن ان کی تعداد مسلمانوں کی نسبت بہت
کم تھی۔ گو تحریک جہاد آزادی اعلیٰ پشہ دارانہ جنگی تربیت کے نمونے اور عدم تنظیم اور
مرکزی قیادت کے فقدان کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکی۔ لیکن جہاں یہ تحریک مسلمانان ہند
کے ملی تشخص کے احیاء اور سیاسی شعور میں بیداری کا باعث بنی وہاں اجتماعی طور پر برصغیر
کے مسلم معاشرے پر منفی اثرات بھی مرتب ہوئے۔ مثلاً

۱، مسلمان علماء و مشائخ کی ایک بڑی تعداد میدان جہاد میں شہید ہو گئی یا انہیں جزائر
ایلیمان جیسے دور دراز جزیروں میں قید و محروم کر دیا گیا۔ اس وجہ سے

مسلمانوں کے دینی مدارس اور خانقاہوں کا نظام درہم برہم ہو گیا۔

(۲) مسلمان خاص طور پر انگریز کے ظلم و ستم اور استقام کا نشانہ بننے لگے۔

(۳) اقتصادری اور معاشی ابتری نے مسلمانوں کو حکومت اور منیڈرڈز کا دست بنگر بنا دیا۔

(۴) عیسائی مشنریاں، منصب، عہدہ اور دولت کا لالچ دے کر مفلوک الحال پسماندہ اور ان پڑھ مسلمانوں کو دین حق سے ورغلانے لگیں۔

(۵) قادیانیت اور گستاخانہ رسولی شکل میں انگریز نے جو دہنئے گمراہ مذہبی فرقے تیار کئے ان کی سرگرمیاں تیز ہو گئیں اور راسخ العقیدہ مسلمانوں پر شرک و بدعت کے فتوے صادر کرنے لگے۔

(۶) جہالت اور کم علمی کی بنیاد پر شریعت اور طریقت کو الگ تصور کیا جانے لگا۔

(۷) کم علم اور بے عمل دین کے پیشوا بن بیٹھے۔ جس سے دین کے ظاہری اور باطنی پہلوؤں میں بگاڑ پیدا ہو گیا۔

(۸) دینی امور میں فرسودہ، فضول اور غیر شرعی رسومات کو فروغ دیا جانے لگا۔

(۹) انگریزی تہذیب و تمدن کی یلغار سے اسلامی تہذیب و ثقافت رو بہ زوال ہونے لگی اور اسلامی اقدار غیر محفوظ ہونے لگیں۔

(۱۰) اس مازک صورت حال میں ندوۃ العلماء و کے مولانا شبلی نعمانی نے مسلمانان ہند پر انگریزی کی اطاعت نہ ہیا فرض کرنے کا سرکاری فتویٰ صادر فرمایا۔ نواب صدیق حسن بھوپالی مولوی نذیر حسین دہلوی اور بعض دوسرے علمائے انگریزی حکومت کی اطاعت اور حکم کے سامنے سر جھکا یا۔ اب اس مایوسی اور بے امید کی دور میں ایک ایسی انقلابی آفرین شخصیت کی ضرورت تھی۔

(۱۱) جو مسلمانان ہند کو امام شعرائی اور امام ماتریدی کی طرح بعقیدگی اور گمراہی کی دلدل سے بچا کر قرآن و حدیث کے صحیح عقائد سے آگاہ کر کے ان کو راسخ العقیدگی پر

رہگامزن کر دے۔

(۱۲) جو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ طرح شریعت کے ظاہری اور باطنی پہلوؤں میں پیدا شدہ بگاڑ اور دینی کو ختم کر کے حقیقی طور پر اسلامی روحانیت قائم کر دے۔

(۱۳) جو حضرت مجدد الف ثانی کی طرح دین الہی جیسے نئے مذاہب یا طلبہ کا پوری طرح علمی اور تحریری طور پر محاسبہ کرے۔ اور تمام بدعات اور فرسودہ رسومات کا خاتمہ کر دے۔

(۱۴) جو مسلمانان برصغیر کی سیاسی، معاشی، معاشرتی زندگی اور دینی اقدار کے تحفظ کے لئے فکری اور نظریاتی راہنمائی کرے۔

(۱۵) جو مسلمانان ہند کو دیگر مذاہب یا طلبہ اور نصرائیت کے خلاف علمی اور عملی طور پر مستعد تیار کرے۔

لہذا اس ماحول و کیفیت میں ہمیں صرف امام محمد احمد رضا

ہی انقلاب آفرین شخصیت نظر آتی ہے جس نے ان تمام ذمہ داریوں کو پورے حسن و کمال سے ادا کیا۔

آپؒ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں جن غیر اسلامی عقائد کا رد فرمایا ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) اللہ کذب اور دوسرے نقائص پر قادر ہے (ایضاف باقند)

(۲) اللہ کے علم کو حیثیت پر موقوف رکھنا //

(۳)

(۴) نبی کی حیثیت گاؤں کے چودھری یا زمیندار کی سی ہے (ایضاف باللہ)

(۵) انبیاء علیہ السلام کو بڑے بھائی کا درجہ دینا //

(۶) خاتم النبیینؐ کا مثل بنانا //

(۷) رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا انکار //

- (۸) بعد رسال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات سے انکار (لعنوا بالہ)
- (۹) روضہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و حاضری کو شرک ٹھہرانا //
- (۱۰) نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعظیم اور ادب کو شرک ٹھہرانا //
- (۱۱) بائیں ذکر رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور محفل میلاد کو بدعت ٹھہرانا //
- (۱۲) رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ کو شرک ٹھہرانا //
- (۱۳) رحمۃ اللعین کے علم ماکان و مایکون کو عام انسانوں، حتی کہ صابی، مجنوں، لادربہام و چوپایوں کے علم کے برابر قرار دینا۔
- (۱۴) شیطان لعین کے علم کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے علم سے زیادہ ثابت کرنا۔
- (۱۵) ختم نبوت کے باوجود کسی نئے نبی کی آمد کو فرض کرنا۔
- (۱۶) انبی جھوٹی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے انبیاء کرام کو جھوٹا ثابت کرنا۔
- (۱۷) انبیاء کرام کی توہین اور بے عزتی کو توحید کی عظمت بتانا۔
- (۱۸) عیسیٰ علیہ السلام کی حیات سے انکار کرنا اور ان کی موت کو ثابت کرنا۔
- (۱۹) رسول پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا خیال نازی میں آجائے تو اسے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر بتانا۔
- (۲۰) سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا سید الانبیاء والمرسلین ہونے سے انکار کرنا۔
- یہ تھا عقائد توحید و رسالت میں بگاڑ کا وہ طوفان جو انگریز کے تیار کردہ گمراہ مذہبی فرقوں نے برصغیر میں برپا کیا۔ ان غیر اسلامی عقائد کو توحید و سنت کی آڑ میں پیدا کرنے اور پھیلانے والوں میں سید احمد بریلوی، اسماعیل دہلوی، اشرف علی تھانوی، قاسم نانوتوی، رشید گنگوہی، خلیل احمد ٹلیموی، مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے پیروکار مرفہرست ہیں۔ بدعقیدگی اور گمراہی کے اس طوفان کا مقابلہ تنہا مجدد امام احمد رضا کی پٹان جیسی مضبوط شخصیت نے پوری عالمانہ محققانہ اور جہادانہ شان سے کیا اور برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی اکثریت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بد مذہبی اور گمراہی سے محفوظ و مامون ہو گئی۔ امام احمد رضا نے مندرجہ بالا عقائد باطلہ کے رد میں ۱۴۳ انتہائی جامع اور مانع کتب رقم فرمائیں۔

- (۱) مصالح حیوانات کے بھیس بدل کر
- (۲) دید حکیم کا بھیس بدل کر
- (۳) گانے والے طائفے کا بھیس بدل کر
- (۴) سادھوں کا بھیس بدل کر

مولانا سید قطب الدین برہنچاری اور ان کے شاگرد مولانا غلام قادر اشرفی نے بھیس بدل کر نہ صرف مرتدین کو مشرت باسلام کہا بلکہ بہت سے ہندوؤں کو حلقہ بگوش اسلام کیا مجموعی طور پر ساڑھے چار لاکھ مرتد مسلمان ہوئے اور ڈیڑھ لاکھ ہندوؤں نے اسلام قبول کیا بھیس بدل کر اشاعت اسلام کی جو کوشش کی اس سے پچاس ہزار ہندو مسلمان ہوئے۔

مسلمان ہونے کے بعد جو سند جاری کی جاتی تھی اس کے چار حصے ہوتے تھے۔ ایک اسلام قبول کرنے والے کو دیا جاتا، دوسرا صدر دفتر بھیجا جاتا تیسرا ریاست میں محفوظ رکھا جاتا۔ اور چوتھے پر ہر نو مسلم کی چوٹی لگائی جاتی۔

بحوالہ تحریک آزادی ہند اور السود الاظم ص ۱۲ تا ۱۳

حضرت امام احمد رضا کے تلامذہ، خلفاء مریدین اور معتقدین نے حضرت مجدد الثانیؒ کے مریدوں، خلفاء اور تلامذہ کی طرح دین اسلام کی ترویج و اشاعت اور مسلمانان ہند کی ی اور باطنی اصلاح کے لئے اپنی زندگیوں کو مکمل طور پر وقف کر دیا۔

ظاہری اور باطنی اصلاح کی تحریک

کم علم اور بے عمل لوگوں کی مذہبی پیشوائی سے شریعت کے ظاہری اور باطنی پہلوؤں میں سخت بگاڑ پیدا ہو گیا۔ لوگ شریعت کو طریقت سے الگ اور طریقت کو شریعت سے علیحدہ تصور کرنے لگے۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی بصیرت افروز نگاہیں اس دُور بگاڑ کو دیکھ رہی تھیں چنانچہ آپ نے منصب تجدید احوال دین کو مدنظر رکھتے ہوئے اس مقام پر مسلمانانِ برصغیر کی پوری راہنمائی کرتے ہوئے فرمایا:-

”شریعت اصل ہے اور طریقت اس کی فروع، شریعت مبنی ہے اور طریقت اس سے نکلا ہوا دریا، طریقت کی جدائی شریعت سے محال و دشوار ہے، شریعت ہی پر طریقت کا دارومدار ہے، شریعت ہی اصل کار اور مجرب و معیار ہے، شریعت ہی وہ راہ ہے جس سے وصول الی اللہ ہے، اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ کی راہ سے دُور پڑے گا۔ طریقت اس راہ کا روشن ٹکڑا ہے۔ اس کا اس سے جدا ہونا محال و ناممکن ہے طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت مطہرہ ہی کے اتباع کا صدقہ ہے جس حقیقت کو شریعت رو فرمائے گا وہ حقیقت نہیں بے دینی اور زندہ ہے“ (فاضل بریلوی اور اموری بدعت) (مقال العرفان)

امام احمد رضاؒ نے دو ٹوک الفاظ میں واضح فرما دیا کہ جو کوئی طریقت کو شریعت سے الگ سمجھے وہ کھلی گمراہی میں ہے۔

آپؒ نے فرمایا:-

”طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت ہی کے اتباع کا صدقہ ہے ورنہ بے اتباع مشرع بڑے بڑے کشف، راہبوں، جوگیوں، سانیوں کو ہوتے ہیں۔ پھر وہ کہاں تک لے جاتے ہیں اسی نازِ جہنم و عذاب الیم تک پہنچاتے ہیں“ (مقال العرفان باعزاز شرع و علمائہ) آپؒ نے فرمایا:-

”شریعت مطہرہ ایک ربانی نور کا فانوس ہے کہ دینی عالم میں اس کے سوا کوئی

روشنی نہیں اس کی روشنی بڑھنے کی کوئی حد نہیں زیادت چاہئے، افزائش پائے کا نام طریقت ہے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ظاہری و باطنی اصلاح کے متعلق ارشاد فرماتے ”اول فلاح ظاہری حاشا اس سے وہ مراد نہیں کہ بڑے ظاہر واروں کو مطلوب جن کی نظر صرف اعمالِ جوارح پر مقفود ظاہر احکامِ شرع سے آراستہ اور معاصی (گناہوں) سے منزہ کر لیا اور متقی و مصلح بن گئے۔ اگرچہ باطنِ ریا و عجب و حسد و کینہ و تکبر و حُبِ مدح و حُبِ جاہ و محبتِ دنیا مطلبِ شہرت و تعظیمِ امراء و تحقیرِ مساکین و اتباعِ شہوات و مہائیت (دین میں کستی) و کفرانِ نعمتوں کی ناشکری، نعم و حرص و بخل و طولِ اصل (لمبی آرزو) و سوئے ظن و عنادِ حق و اصرارِ باطل و مکر و عذر و خیانت و غفلت و قسوت (حل کی سختی) و طمع و تملق (خدا کو بھول جانا) و اعتمادِ خلق و نیانِ خالق (خدا کو بھول جانا) و نیانِ موت و جراتِ علی اللہ و نفاق و اتباعِ شیطان و بندگیِ نفس و رعیتِ بطلات (باطل کی رعیت) و کراہتِ عمل و قلتِ خشیت (ڈر کی کمی) و جزع (بے صبری) و عدمِ خشوع (خشوع کا نہ ہونا) و غضبِ للنفس (نفس کے لئے ناراض ہونا) و تساہل فی اللہ و غیرِ مہلکاتِ آفات (ہلاک کرنے والی آفتیں) سے گندہ ہونا ہو جیسے مزہلہ پر نہ رنفت کا خیمہ اور پر زینت اور اندرِ نجاست پھر کیا یہ جانشین ظاہری صلاح پر قائم رہنے دیں گی۔“ ص ۴۸

(نقاد اسلافہ فی احکام البعیۃ و الخلفاء)

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام باطنی بیماریوں کی نشاندہی فرمائی جو ایک مردِ مومن کی فلاح و نجات اور اعلیٰ اصلاح کردار کے لئے زہرِ قاتل کی حیثیت رکھتی تھیں۔ راہِ فلاح کی طرف امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ راہنمائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”دل و بدن پر جتنے احکامِ الہیہ ہیں سب بجالائے، نہ کسی کبیرہ کا ارتکاب کرے نہ کسی صغیرہ پر مقرر ہے۔ نفس کے خصائل ذمبیہ اگر دفع نہ ہوں تو معطل رہیں۔ ان پر کاربند نہ ہو۔ مثلاً دل میں بخل ہے تو نفس پر جبر کر کے ہاتھ کشادہ رکھے حسد ہے تو محسود کی بُرائی نہ چاہئے۔ علیٰ ہذا القیاس کہ یہ جہادِ اکبر ہے اور اس کے بعد مواخذہ نہیں بلکہ اجرِ عظیم ہے۔“

(بیعت و خلافت ص ۴۹)

فلاحِ باطنی کی جانب امام رضاؒ یوں راہنمائی اور تربیت فرماتے ہیں:-

”دوم فلاح باطنی کہ قلب و قالب کو فائل سے متخلی اور فضائل سے متجلی کر کے بقایائے مشرک
 خفیہ دل سے دور کئے جائیں یہاں تک کہ کلام مقصود الا اللہ (کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے)
 کلام مشہور الا اللہ (کوئی منظر نہیں سوائے اللہ کے) پھر کلام موجود الا اللہ (کوئی وجود نہیں سوائے
 اللہ کے) متجلی ہو۔ یعنی اولاً ارادہ غیر سے خالی ہو پھر غیر نظر سے معدوم ہو پھر حق حقیقت جلوہ فرما
 کہ وجود اسی کے لئے ہے باقی سب ظلال و برتو، یہ فتہائے فلاح و فلاح احسان ہے۔“

(بیعت خلافت ص ۵۰)

امام احمد رضاؒ نے اس باطل عقیدے کا بھی پوری ایمانی قوت سے محاسبہ کیا کہ کتاب اللہ
 اور سنت رسول اللہؐ پر عمل کئے بغیر بھی وصول الی اللہ ممکن ہے۔
 آپؐ نے اپنی بیعت و خلافت میں مرشد عام و خاص کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے
 فرمایا کہ :-

”اب مرشد کی بھی دو اقسام ہیں۔ اول (مرشد) عام کہ کلام اللہ اور کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وکلام آئمہ شریعت و طریقت و کلام علماء دین اہل رشد و ہدایت ہے۔ اسی سلسلہ پر کہ عوام کا ہادی کا
 علماء، علماء کا رہنما کلام آئمہ، آئمہ کا مرشد کلام رسول، رسول کا پیشوا کلام اللہ جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ
 وعلیہ وسلم فلاح ظاہر ہو یا فلاح باطن اسے اس مرشد و کلام خدا و مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
 چارہ نہیں جو اس سے جدا ہے بلاشبہ کافر ہے یا گمراہ اور اس کی عبادت برباد و تباہ ہے۔“

(بیعت و خلافت ص ۵۱)

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی ذابست گرامی پیکر و اخلاص، تقویٰ و پرہیزگاری کا کامل نمونہ تھا
 آپؒ نے علمی، علمی اور تحریر کی انداز میں پیغمبر کے اسلامی معاشرے سے اخلاق و روحانی کردار
 اس خط کو ختم کر کے رکھ دیا۔ مبلغ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ اسی حقیقت کو دیکھ
 کر پکار اٹھے۔

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو

مستم جام عرفان اے شاہ احمد رضا تم ہو

عیاں ہے شان صدیقی تمہاری شان تقویٰ سے

کہوں کیوں کہ نہ اتنی جب کہ خیر القیام ہو
 جلال و بیعت فاروق اعظم آپ سے ظاہر
 عدو اللہ پر اک حربہ تیغ خدا تم ہو

تمہیں نے جمع فرمائے نکات و رموز قرآنی

یہ ورثہ پانے والے حضرت عثمان کا تم ہو

علوم مرتضیٰ خلق حسن عنزم حسینی میں

عظیم المثل بیعت اے زمن اے با خدا تم ہو

تمہیں پھیلا رہے ہو علم حق اکن ف عالم میں

امام اہل سنت نائب غوث الوری تم ہو

علیم خستہ اک ادنیٰ گدا ہے آستانے کا

کرم فرمانے والے حال کے اس پر شہا تم ہو

پدعات اور فرسودہ رسومات کا خاتمہ

دور غلامی میں کم علمی اور جہالت کی بنا پر برصغیر کے اسلامی معاشرہ میں جو فرسودہ رسومات اور پدعات فروغ پائیں تھیں امام احمد رضاؒ نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کی طرح ان کے خاتمہ اور معاشرے کی اصلاح پر پوری توجہ دی۔ دور انگریزی میں اندھی عقیدت اور جہالت کی بناء پر لوہا کی قبور کا طواف کرنا یا ان کے سامنے تعظیماً جھکنا یا سجدہ کرنا، عرس کے مقدس موقع پر غیر شرعی افعال کی محافل منعقد کرنا بری طرح رواج پا چکا تھا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضاؒ نے ان تمام غیر شرعی اور فضول روایات و رسومات کی بھرپور مخالفت کی اور مسلمانوں کو اس سے مکمل اجتناب کرنے کا درس دیا۔

سجدہ تعظیمی

سجدہ تعظیمی کے رد میں امام رضا رحمۃ اللہ علیہ نے "الزبدۃ الزکیہ تحریم سجود النحیۃ" کے نام سے ایک انتہائی مستند اور جامع کتاب رقم فرمائی۔ آپ فرماتے ہیں۔

"مسلمان اے مسلمان! اے شریعت مصطفویٰ کے تابع فرمان جان اور یقین جان کر سجدہ حضرت عزت جل جلالہ کے سوا کسی کے لئے نہیں اس کے غیر کو سجدہ عبادت تو فیقاً اجماعاً شرک مبین و کفر مبین اور سجدہ تحیۃ حرام و گناہ کبیرہ بالیقین اس کے کفر ہونے میں اختلاف علماء دین ایک جماعت فقہاء سے تکفیر منقول....."

حد رکوع تک جھکنا

سید المحققین امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ:

"مزارات کو سجدہ یا اس کے سامنے زمین چومنا حرام اور حد رکوع تک جھکنا ممنوع منک متوسط علامہ رحمۃ اللہ علیہ امام ابن امام مسک مقتطہ شرح طاعلی قاری ص ۲۹۳

ولایمس عند الزیارة ولا یقبل ولا یتصق ولا یطوف ولا ینصی ولا یتسب الا من خانہ ای کل واحد غیر مستعفف۔

زیارت روضہ انور سید اطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت نہ دیوار کریم کو ہاتھ لگائے نہ چومے نہ اس سے چمٹے نہ طواف کرے نہ زمین چومے کہ یہ سب بدعت قبیحہ ہیں۔

آپ نے فرمایا:-

شرح باب میں ہے مزار کو سجدہ تو وہ حرام قطعی ہے تو جاہل زائرین کے فعل سے دھوکہ نہ کھائے بلکہ علمائے باعمل کی پیروی کرے۔

مزار کو سجدہ درکنار کسی قبر کے سامنے اللہ عزوجل کو سجدہ جائز نہیں اگرچہ قبلہ کی طرف ہو۔ طحاوی علی الدر جلد اول ص ۱۸۳

"مقبرے میں نماز مکروہ ہے کہ اس میں غالباً کسی قبر کو منہ ہوگا اور قبر کی طرف نماز مکروہ ہے امام رضا علیہ الرحمۃ ایک اور فقہی حوالہ دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں قبرستان میں جب کوئی جگہ نماز کے لئے تیار کی گئی ہو اور وہاں قبر نہ ہو اور نہ سجاست مگر اس کا قبلہ قبر کی طرف ہو تب بھی نماز مکروہ ہے۔

حوالہ علیہ امام ابن امیر الحاج قلمی اواخر ما یکبرہ فی الصلوۃ، بدو المختار جلد اول ص ۲۹۴ (الزبدۃ الزکیہ تحریم سجود النحیۃ)

(بحوالہ فاضل بریلوی اور امور بدعت)

طواف اور بوسہ قبر کے بارے میں امام المحققین احمد رضا علیہ الرحمۃ فتاویٰ رضویہ کی جلد چہارم باب الجنازہ میں فرماتے ہیں،

تعظیم کی نیت سے مزار کا طواف ناجائز ہے کیونکہ باطواف خانہ، خانہ کعبہ کے لئے مخصوص ہے۔ مزار کو بوسہ دینے سے بچنا چاہئے اسی میں تعظیم زیادہ ہے۔

(ص ۸ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم)

احکام شریعت میں امامؒ فرماتے ہیں:-

بلاشبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسہ قبر کے بارے میں علماء کو اختلاف ہے اور احوط منع ہے خصوصاً مزارات طیبہ اولیاء کرام کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ فاصلے سے کھڑا ہو یہی ادب ہے۔ پھر تعقیب (چومنا) کیونکر مقصود ہے؟ یہ وہ ہے جس کا حکم غلام کو دیا جاتا ہے اور تحقیق کا مقام دوسرا ہے۔ کل مقام مقال و کل مقال رجال و کل رجال مجال و کل مجال منال، نسال اللہ حسن المال۔

(احکام شریعت حصہ سوم ص ۲۵۲ مطبوعہ مکتبہ تقریب)

فتاویٰ رضویہ میں آپؐ نے فرمایا کہ :-

بعض علماء (بوسہ قبر کی) اجازت دیتے ہیں اور بعض روایات بھی نقل کرتے ہیں۔

کشف العطار میں ہے :-

ورکفایتہ الشجر اثر سے در تجویز بوسہ دادن قبر والدین را نقل کردہ گفتہ درین صورت لا باس است و شیخ اجل ہم در شرح بوردو آن در بعض اشارت کردہ بے تعرض بجرح آن مگر جمہور علماء مکروہ جانتے ہیں تو اس سے احتراز ہی چاہئے۔

حوالہ (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم باب حمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور ص ۱۸۰ ص ۱۸۱)

قبر کا اونچا بنانا

آپؐ کے دور حیات میں اور آج کل بھی اکثر لوگوں کو قبروں کو اونچا اور خوبصورت بنانے کا شوق ہے اس مسئلہ کے بارے میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-
(قبر اونچا بنانا خلاف سنت ہے، میرے والد ماجد، میری والدہ ماجدہ، میرے بھائی کی قبریں دیکھئے ایک بالشت سے اونچی نہ ہوں گی۔

حصہ سوم ص ۱۰۲

قبر کی بلندی کے بارے میں فتاویٰ رضویہ میں آپؐ نے فرمایا :

ایک بالشت یا کچھ نامد فی الدرع مختار بنیم قدر شرفی محمود المختار را واكثر شب (ا) زیادہ بلندی فاحش مکروہ ہے۔

حلیہ میں ہے تحمل اگر معتدل الزیادہ الفا حشہ وعدہ ہادے القلیۃ المہملۃ لم مقدار او مافوقہ

قلیلا واللہ تعالیٰ !

حوالہ (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم رسالہ حمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور ص ۱۸۱)

بزرگوں کے اعراس پر غیر شرعی افعال

بزرگوں کے اعراس پر غیر شرعی افعال کے بارے میں آپؐ نے فرمایا کہ ان افعال شنیعہ سے بزرگوں کو تکلیف ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان حضرات نے توجہ کم فرمادی ورنہ پہلے جس قدر فیوض

تے تھے وہ اب کہاں۔

(لمحفوظات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ص ۵۹)

درتوں کا مزارات پر جانا

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اس بدعت اور گمراہی کی سخت مخالفت فرمائی آپؐ نے قرآن و حدیث اور فقہ کے سینکڑوں حوالوں سے اُمت مسلمہ کی عورتوں کو متنبہ فرمایا کہ عورتوں کا مزارات قبرستان میں جانا سخت ناجائز ہے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا :

”غنیہ میں ہے یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے اور کس قدر صاحب قبر کی جانب سے جس وقت گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں۔ سوائے روضہ انور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں وہاں کی حاضری البتہ سنتِ نبویؐ عظیمہ قریب الواجبات ہے اور قرآن عظیم نے اسے مغفرت ذنوب کا تریاق بتایا ہے ولو غلہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفروا للہ و استغفروا لہم الرسول لؤجد اللہ فوا بآرحیماء اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی پائیں اور رسول بھی ان کے لئے معافی مانگیں تو حضور اللہ کو توبہ کرنے والا مہربان پائیں گے۔ خود حدیث میں ارشاد ہوا مَنْ زَارَ قَبْرِيْ وَحَبِیْتُ لَهُ شَفَاعَتِيْ جو میرے مزارِ کریم کی زیارت کو حاضر ہوا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔ دوسری حدیث میں ہے مَنْ حَجَّ وَلَمْ يَزِرْنِيْ فَقَدْ حَفَنِيْ جس نے حج کیا اور میری زیارت کو نہ آیا بے شک اُس نے مجھ پر جھانکی۔ ایک تو یہ ادا لئے واجب دوسرے قبول توبہ تیسرے دولت شفاعت حاصل ہونا، چوتھے سرکار کے ساتھ معاذ اللہ جفا سے بچنا یہ عظیم اہم امور ایسے ہیں جنہوں نے سب سرکاری کینزوں پر خاک بوسی آستانِ عرش نشانِ لازم کر دی۔ بخلاف دیگر قبور و مزارات کے کہ وہاں ایسی تاکیدیں مفقود اور احتمالِ مفسدہ موجود اگر عزیزوں کی قبروں پر بے صبری کرے گی اولیاء کے مزار ہیں تو بے تمیزی سے بے ادبی کرے یا جہالت سے تعظیم میں افراط جیسا کہ معلوم و مشاہدہ ہے

لہذا ان کے لئے طریقہ اسلم احتراز یہی ہے۔

بدر پادر منافع بے شمار است اگر خواہی سلامت برکنا راست

حفتہ دوم ص ۱۲۵

حوالہ :- (ملفوظات اعلیٰ حضرت بریلوی مطبوعہ مدینہ پیشنگ کراچی)

احکام شریعت میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :-

عورتوں کو مزارات اولیاء و متغایر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے اولیاء کرام کا مزارات سے تصرف کرنا بے شک حق ہے اور وہ بے ہودہ دلیل محض باطل اصحاب مزارات دائرہ تکلیف میں نہیں وہ اس وقت محض احکام تکوینیہ کے تابع ہیں۔ سیکڑوں ناخافیاں لوگ مسجدوں میں کرتے ہیں اللہ عزوجل جلالتہ لوقادہ مطلق ہے کیوں نہیں روکتا حاضران مزار مہمان ہوتے ہیں مگر عورتیں ناخواندہ مہمان ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

احکام شریعت ص ۵، مطبوعہ مکتبہ فقیریہ لاہور

فتاویٰ رضویہ میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا :

عورتوں کو زیارت قبور منع ہے۔ حدیث میں ہے کہ لعن اللہ زائلات القبور اللہ کی لعنت ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کو جائیں، عورت مجاور بن کے بیٹھے اور آنے جانے والوں سے اختلاط کرے یہ سخت بوجہ ہے۔ عورت کو گوشہ نشینی کا حکم ہے نہ یوں مردوں کے ساتھ اختلاط کا جس میں بعض اوقات اسے مردوں کے ساتھ تنہائی بھی ہوگی اور یہ حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایک اور سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں لعن اللہ زوارات القبور اور فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کنت فہیتکم عن زیارة القبور الا فزوردها علماء کو اختلاف ہوا کہ آیا اس اجازت کے بعد انہی میں عورت بھی داخل ہوئیں یا نہیں صحیح یہ ہے کہ داخل ہیں کما فی سحر الراقی مگر جو ان میں ممنوع ہیں چھ مساجد سے اور اگر تجدید مزین مقصود ہو تو مطلقاً حرام، اقول قبور اقربا پر خصوصاً بحال قرب خندمات تجدید مزین لازم نہا ہے اور مزارات اولیاء کرام پر حاضری پر احدی الشائعتین کا اندیشہ یا ترک ادب یا ادب میں افراط ناجائز تو سبیل اطلاق منع ہے لہذا غنیہ میں کراہت پر جزم

فرمایا۔ البتہ حاضری و خاک بوسی آستان عرش نشان سرکار عظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اعظم المندوبات بلکہ قریب واجبات ہے اس سے نہ روکیں گے اور تعمیل ادب سکھائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حوالہ :- (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم در رسالہ بر المناز بشموع المزار ص ۱۶۵)

مجدد امام احمد رضا نے عورتوں کے مزارات پر جانے کی مخالفت و ممانعت میں ایک مستقل رسالہ رقم فرمایا جس کا نام جمل النور فی نہی النساء عن زیارة القبور رکھا، آپ کا یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ کی چوتھی جلد میں موجود ہے۔

آپ فرماتے ہیں :

مزارات اولیاء یا دیگر قبور کی زیارت کو عورتوں کا جانا یا اتباع غنیہ علامہ محقق ابراہیم ہرگز پسند نہیں کرتا۔ خصوصاً اس طوفان بے قیسی رقص و مزاہیر و سرود میں حجاج کل جہال نے اعراض طیبہ میں برپا کر رکھا ہے اس کی شرکت میں عوام رجال کو بھی پسند نہیں رکھا۔

حوالہ :- (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم رسالہ جمل النور فی نہی النساء عن زیارة القبور ص ۱۶۶)

اسی رسالہ میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ فقہ کی مشہور کتاب عینی کی جلد سوم کی ایک عبارت

کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں :

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں عورت سراپا شرم کی چیز

ہے سب سے زیادہ عزوجل سے قریب اپنے گھر کی تہ میں ہوتی ہے اور جب باہر نکلے شیطان اس پر نگاہ ڈالتا ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کے دن کھڑے ہو کر کنکریاں مار کر عورتوں کو مسجد سے نکالتے اور امام ابراہیم نخعی تابعی استاذ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مستورات کو جمعہ و جماعات میں نہ جانے دیتے۔ جب ان خیر کے زمانوں میں ان عظیم فیوض و برکات کے وقتوں میں عورتیں منع کر دی گئیں اور کاہے سے! حضور! مساجد و شرکت جماعات سے حالانکہ دین تین میں ان دونوں کی شدید تاکید ہے۔ تو کیا ان ازمینہ شرور میں ان قلیل یا موبہوم فیوض کے چیلے سے عورتوں کو اجازت دی جائے گی؟ وہ بھی کاہے کی! زیارت قبول کی جانے کی! جو شرعاً موکد نہیں اور خصوصاً ان میلوں مٹیلوں میں جو خدائاترسوں نے مزارات کرام پر نکال رکھے ہیں یہ کس قدر شریعت مطہرہ سے منافقت ہے۔ شرح مطہر

کا قاعدہ ہے کہ جلبِ مصلحت پر سلبِ مفسدہ کو مقدم رکھتی ہے ص ۱۰۰

اعلیٰ حضرت سید الفقہاء امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے مزید ارشاد فرمایا:
”شعبی سے جو کچھ نقل فرمایا وہ بھی ملاحظہ ہو (ترجمہ)۔ یعنی امام قاضی سے استفسار ہوا کہ عورتوں کا مقابر کو جانا جائز ہے یا نہیں فرمایا ایسی جگہ جواز و عدم جواز نہیں پوچھتے یہ پوچھو کہ اس عورت پر کتنی لعنت پڑتی ہے جب گھر سے قبر کی طرف جانے کا ارادہ کرتی ہے۔ اللہ اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے۔ شیطان اُسے گھیر لیتا ہے۔ جب قبر تک پہنچتی ہے میت کی روح اُس پر لعنت کرتی ہے جب واپس آتی ہے اللہ کی لعنت میں ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہوا استفقلیا! کیا خاص فاسقات کے بارے میں تھا؟ مطلق عورتوں کے قبروں پر جانے سے سوال تھا۔ اس کا یہ جواب ملا۔ اس جواب میں کہیں فاسقات کی تخصیص ہے غرض یہ تمام عبارات جن سے آپ نے استدلال فرمایا آپ کی نقیص مدعا میں نص ہے۔“

حوالہ: (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم) رسالہ جمل النور فی نہی النساء عن زیارة القبور ص ۱۴۳
المختصر خاتمة الفقہاء و محققین امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے فتاویٰ رضویہ میں حدیث اور متعدد فقہی نصوص سے یہ ثابت فرمادیا کہ عورتوں کو مزارات و مقابر عوام پر زیارت کے لئے جانا ہرگز ہرگز ناجائز اور حرام ہے۔
مسئلہ سماع (قوال)

برصغیر میں بزرگانِ دین نے جہاں اپنے مثالی کردار کے ذریعے اسلام کا نور پھیلا دیا وہاں انہوں نے اسلامی تعلیمات کی درس و تدریس اور تربیت کے لئے اس معاشرے کا موثر ترین ذریعہ بھی استعمال فرمایا۔ اس طرح برصغیر میں مشائخِ چشت نے ہندوؤں کے مقابلے میں اسلام کی تبلیغ کے لئے سماع کا طریقہ اختیار فرمایا جو بعد میں قوالی کی شکل اختیار کر گیا یہاں تک کہ یہ سماع ساز و آواز کے ساتھ منعقد کیا جانے لگا چونکہ اسلام میں موسیقی حرام ہے اس لئے امام احمد رضاؒ نے اپنی دینی ذمہ داریوں کو پورا فرماتے ہوئے اور اسلامی معاشرے کی اصلاح کرتے ہوئے ساز و آواز کے ساتھ ہونے والی قوالی کو حرام قرار دیا۔ احکام شریعت میں امام احمد رضاؒ مزامیر کے ساتھ قوالی کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

”خالی قوالی جائز ہے اور مزامیر حرام زیادہ غلاب منستان سلسلہ عالیہ چشتیہ کو ہے اور حضرت سلطان المشائخ محبوب الہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوائد القواد شریف میں فرماتے ہیں مزامیر حرام است حضرت مخدوم شرف المملکت والدین یحییٰ میسری قدس سرہ نے مزامیر کو زنا کے ساتھ شمار کیا ہے اکابر اولیاء نے ہمیشہ فرمایا ہے کہ مجروح شہرت پر نہ جاو جب تک میزانِ شرع پر مستقیم نہ دیکھ لو۔ پیر بنانے کے لئے چار شرطیں لازم ہیں اس میں ایک یہ بھی ہے کہ مخالفت شرع مطہر آدمی خود اختیار نہ کرے ناجائز فعل کو ناجائز ہی جانے اور ایسی جگہ کسی ذات میں بحث نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

ایک اور موقع پر امام علیہ الرحمہ سے کسی نے دریافت کیا۔
کیا یہ روایت صحیح ہے کہ حضرت محبوب الہی رضی اللہ عنہ قبر شریف میں ننگے سر کھڑے ہوئے گانے والوں پر لعنت فرما رہے ہیں۔ تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا:
”یہ واقعہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ آپ کے مزار شریف پر مجلس سماع میں قوالی ہو رہی تھی۔ آج کل تو لوگوں نے بہت اختراع کر لئے ہیں۔ ناپاچ و غیرہ بھی کرتے ہیں حالانکہ اس وقت بارگاہوں میں مزامیر آلات موسیقی بھی نہ تھے حضرت سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے پیرانِ سلسلہ (قادر یہ) ہیں سے ہیں باہر مجلس سماع کے تشریف فرما تھے ایک صاحب صالحین کے پاس آئے اور گزارش کی کہ مجلس میں تشریف لے چلے۔ حضرت سید ابراہیم ایرجی نے فرمایا تم جاننے والے ہو۔ اچہ اقدس میں حاضر ہوا اگر حضرت راضی ہوں تو ابھی میں چلتا ہوں انہوں نے مزار اقدس پر مراقبہ کیا دیکھا حضور قبر شریف میں پریشان خاطر ہیں اور ان قوالوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ایں بد بختاں وقت مارا پریشان کردہ اند۔ وہ واپس آئے اور قبل اس کے کہ (حضرت ابراہیم ایرجی سے) عرض کریں (انہوں نے) فرمایا آپ نے دیکھا!

ملفوظات امام احمد رضا علیہ الرحمہ حصہ اول ص ۱۰۹

ایک صاحب نے آپ کی خدمت میں عرض کیا:

لبغالی خدمت امام اہل سنت مجتہد دین مت معروض کہ آج میں جس وقت آپ سے رخصت ہوا اور واسطے نماز مغرب کے مسجد میں گیا بعد نماز مغرب کے ایک دوست میرے

نے کہا چلو ایک جگہ عرس ہے میں چلا گیا وہاں جا کر کیا دیکھتا ہوں بہت سے لوگ جمع ہیں اور قوالی اس طریقہ سے ہو رہی ہے کہ ایک ڈھول دو سازنگی بچ رہی ہیں اور چند قوال پیران پیر و سنیچر کی شان میں اشعار کہہ رہے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کے اشعار اور اولیاء اللہ کی شان میں اشعار سنا رہے ہیں اور ڈھول سازنگیاں بچ رہی ہیں۔ یہ باجے شریعت میں قطعی حرام ہیں کیا اس فعل سے رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ خوش ہوتے ہوں گے اور یہ حاضرین جلسہ گناہ گار ہوئے یا نہیں اور ایسی قوالی جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو کس طرح۔

امام احمد رضا شاہ نے یہ جواب ارشاد فرمایا:

ایسی قوالی حرام ہے حاضرین سب گناہ گار ہیں اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے۔ اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے پر بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے یا اس کے اور قوالوں کے ذمے حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو نہیں بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ اور قوالوں پر اپنا گناہ الگ اور سب حاضرین کے برابر جدا اور ایسا عرس کرنے والے پر اپنا گناہ الگ اور ادا قوالوں کے برابر جدا اور سب حاضرین کے برابر علیحدہ وجہ یہ ہے کہ حاضرین کو عرس کرنے والے نے بلایا ان کے لئے اس گناہ کا سامان پھیلا اور قوالوں نے انہیں سنایا۔ اگر وہ سامان نہ کرتا۔ یہ ڈھول سازنگی نہ سناتے تو حاضرین اس گناہ میں کیوں پڑتے۔ اس لئے ان سب کا گناہ ان دونوں پر ہوا۔ پھر قوالوں کے اس گناہ کا باعث وہ عرس کرنے والا ہوا۔ وہ نہ کرتا نہ بلاتا تو یہ کیونکر آتے بجاتے لہذا قوالوں کا بھی گناہ اس بلانے والے پر ہوا۔

حوالہ: (احکام شریعت ص ۸۱)

اس کے بعد مجدد اسلام امام احمد رضاؒ نے احادیث، نصوص فقہ اور اقوال اولیاء سے ثابت فرمایا کہ قوالی آلات موسیقی کے ساتھ کرنا یا کرنا حرام ہے اسی مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے امام بے عمل اور جھوٹے صوفیوں پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بعض جہال بدست یا نیم ملا شہوت پرست یا جھوٹے صوفی بادی بدست کہ احادیث

مباح، مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف فقہ یا محتمل واقع یا متشابہ پیش کرتے ہیں انہیں اتنی عقل نہیں یا تصدأ بے عقل بنتے ہیں کہ صحیح کے سامنے ضعیف متعین کے آگے محتمل، محکم کے حضور متشابہ واجب التزاک ہے پھر کہاں قول کہاں حکایت فعل، پھر کجا محرم کجا صلیح ہر طرح وہی واجب العمل، اسی کو ترجیح مگر ہوس پرستی کا علاج کس کے پاس ہے کاش گناہ کرتے اور گناہ جاتے اقرار لاتے۔ پھر یہ ڈھٹائی اور بھی سخت ہے کہ ہوس بھی پالیں اور الزام بھی ٹالیں۔ اپنے لئے حرام کو حلال بنالیں، پھر اسی پر بس نہیں بلکہ معاذ اللہ اس کی تہمت۔ محبوبان خدا اکابر سلسلہ عالیہ، چشت قدست اسرار معمار کے سردھرتے ہیں نہ خدا سے خوف نہ بندوں سے شرم کرتے ہیں حالانکہ خود حضور محبوب الہی سیدی و مولائی نظام الحق والدین سلطان اولیاء فواید القولا شریف میں فرماتے ہیں۔ مزامیر حرام است (مزامیر حرام ہے)۔

حوالہ: (احکام شریعت ص ۸۲-۸۳ مطبوعہ مکتبہ فقیریہ)۔

کسی پیر یا بزرگ سے عورتوں کی بے پردہ بیعت وغیرہ کے بارے میں امام احمد رضاؒ نے یہ سوال کیا گیا۔

(۱) پیر سے پردہ ہے یا نہیں۔

(۲) ایک بزرگ عورتوں سے بغیر حجاب کے حلقہ کراتے ہیں اور حلقہ کے بیچ میں بزرگ صاحب بیٹھتے ہیں۔ تو جیسا ہی دیتے ہیں کہ عورتیں بے ہوش ہو جاتی ہیں، اچھلتی کودتی ہیں، اور ان کی آواز مکان سے باہر دور سنائی دیتی ہے ایسا بیعت ہونا کیسا ہے؟

(ج) امام احمد رضاؒ نے ارشاد فرمایا: پیر سے پردہ واجب ہے جب کہ محرم نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم یہ صورت محض خلاف شرح و خلاف جہا ہے ایسے پیر سے بیعت نہ چاہئے۔

(احکام شریعت حصہ اول ص ۱۰۹)

جمعراتیں اور چالیسویں

آپ کے دور میں بھی اور آج بھی لوگ اپنے کسی عزیز رشتہ دار کی وفات کے بعد ہر جمعرات اور چالیس دن بعد ایصالِ ثواب کے لئے ختم قرآن کا اہتمام ایک ممبر پورہ دعوت کے ساتھ کرتے ہیں جہاں تک میت کو ایصالِ ثواب کرنے کا مسئلہ ہے تو یہ شریعت کے عین مطابق

کا رِثاب ہے لیکن دعوت غیر شرعی ہے امام احمد رضاؒ نے ان غیر شرعی رسومات کی ادائیگی سے مسلمانوں کو مکمل طور پر اجتناب کرنے کی ہدایت فرمائی۔

اس سوال کے جواب میں کہ مردہ کے نام کا کھانا جو امیر غریب کو کھلاتے ہیں کس کو کھانا چاہیے اور کس کو نہیں۔ آپؒ نے فرمایا۔ مردہ کا کھانا صرف فقراء کے لئے ہے۔ دعوت عام کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے کہ غنی کھائے کمافی فتح القدیر و مجمع البرکات۔

(احکام شریعت ص ۸۹ دوم ص ۸۹)

امام احمد رضاؒ سے یہ سوال کیا گیا کہ،

اکثر بلاد ہند میں یہ رسم ہے کہ میت کے روز وفات سے اس کے اعزہ اقارب و احباب کی عورات اس کے یہاں جمع ہوتی ہیں اس اہتمام کے ساتھ جو شادی میں کیا جاتا ہے۔ پھر کچھ (تقدیر) دوسرے دن اکثر عورتیں، میسرے دن واپسی آتی ہیں بعض چالیسویں تک بیٹھتی ہیں۔ اس مدت اقامت میں عورات کے کھانے پینے، پان چھالیاں کا اہتمام اہل میت کرتے ہیں جس کے باعث ایک طرف کثیر کے زیر بار ہوتے ہیں اگر اس وقت ان کا ہاتھ خالی ہو تو قرض لیتے ہیں یوں نہ ملے تو سودی نکلاتے ہیں۔ اگر نہ کریں تو معلون و بدنام ہوتے ہیں۔ (یہ سب کچھ) شرعاً جائز ہے یا کیا؟

داعی سنت ماحی بدعت امام احمد رضاؒ نے اس کا جواب یوں ارشاد فرمایا:

سبحان اللہ! اے مسلمان یہ پوچھنا ہے یا کیا؟ یوں پوچھو کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں، سخت و شینع خرابیوں پر مشتمل ہے اولاً یہ دعوت خود ناجائز و بدعت شنیعہ و قبیحہ ہے امام احمد اپنی سند میں اور ابن ماجہ سنن میں بہ سند صحیح حضرت جریر بن عبد اللہ سجلیؒ سے راوی۔

ہم گردہ صحابہ اہل میت کے یہاں جمع ہوئے اور ان کے کھانا تیار کرانے کو مردے کی نیامت سے شمار کرتے تھے۔

جس کی حرمت پر متعدد حدیثیں ناطق۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں (عربی عبارت بھی درج ہے) ترجمہ: اہل میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنا منع ہے کہ شرعاً سے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بدعت شنیعہ ہے۔

یکرمہ الضیافۃ من اہل المیت لاینہا شرعت فی السرور لانی الشرور وہی بدعتہ
فتاویٰ خلاصہ، فتاویٰ سر اجیہ، فتاویٰ ظہیریہ، فتاویٰ تانار خانہ اور ظہیریہ سے خزانۃ المفید
کتاب الکراہیۃ اور تانار خانہ میں فتاویٰ ہلدیہ سے بالفاظ متعارفہ ہے۔

(عربی میں عبارت درج ہے)

ترجمہ: غمی میں یہ میسرے دن کی دعوت جائز نہیں کہ دعوت تو خوشی میں ہوتی ہے۔

فتاویٰ قاضی خان، کتاب المحظور والاباحہ میں ہے:

(عربی میں عبارت بھی درج ہے)

ترجمہ: غمی میں ضیافت ممنوع ہے کہ یہ افسوس کے دن ہیں تو جو خوشی میں ہوتا ہے ان سے لائق نہیں۔

تبیین الحقائق امام زلیعی میں ہے:

(عربی عبارت بھی درج ہے)

معصیت کے لئے تین دن بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں جب کہ کسی امر ممنوع کا ارتکاب کیا جائے جیسے مکلف فرش بچھانے اور میت والوں کی طرف سے کھانے

امام بزاز ذی وجیز میں فرماتے ہیں

(عربی عبارت بھی درج ہے)

یعنی میت کے پہلے یا میسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں مکروہ و ممنوع ہیں۔

علامہ شامی در المختار میں فرماتے ہیں:

(عربی عبارت بھی درج ہے)

یعنی معراج الدراہ شرح ہدایہ نے اس مسئلہ میں بہت طویل کلام کیا اور فرمایا یہ سب نامہ اور دکھا دے کے کام ہیں ان سے احتراز کیا جائے۔

جامع الرموز آخر الکرمیہ میں ہے:

یعنی تین دن کم تعزیت کے لئے مسجد میں بیٹھنا منع ہے اور ان دنوں میں ضیافت بھی ممنوع

اور اس کا کھانا بھی منع ہے۔ جیسا کہ خیر الفتاویٰ میں تصریح کی۔

کشف الغطاء میں ہے :

پس آنچہ متعارف شدہ از پختن اہل مصیبت طعام را در رسوم و قسمت نمودن آن میان اہل تعزیت و اقران غیر مباح و نامشروع است و تصریح کردہ بدان در خزائن شرعیہ ضیافت نزد مسرورست نہ نزد مشرور۔

ثانیاً غالباً در شر میں کوئی یتیم یا نابالغ بچہ ہوتا ہے یا بعض دشنامد موجود نہیں ہوتے نہ ان سے اس کا اذن لیا جاتا ہے جب تو یہ امر سخت حرام شدید پر متضمن ہوتا ہے۔

اللہ عزوجل نے فرمایا ہے :

الَّذِينَ يَكُلُونَ اَمْوَالِ الْيَتَامَى ظُلْمًا اِنَّهَا يَكُلُونَ فِيْ جُحُوْمِهِمْ نَارًا وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا

مال غیر میں بے اذن (بے بغیر اجازت) تصرف کرنا خود ناجائز ہے۔

قال اللہ تعالیٰ لا تاكلوا اموالکم بینکم جالباً طل، خصوصاً نابالغ کا مال ضائع کرنا جس کا اختیار نہ خود اسے نہ اس کے باپ، نہ اس کے وصی کو لا الولاية للنظر للفرق علی الغصص، اگر ان میں کوئی یتیم ہوا تو آفت سخت تر ہے۔ والعیاذ باللہ نوح۔

ثالثاً۔ یہ عورتیں کہ جمع ہوتی ہیں افعال منکرہ کرتی ہیں۔ مثلاً چلا کر رونا پینا، بناوٹ سے منہ ڈھانکنا۔ الی غیر ذلک اور یہ سب نیاحت ہے اور نیاحت حرام ہے ایسے مجمع کے لئے میت کے عزیزوں کو بھی جائز نہیں کہ کھانا بھیجیں کہ گناہ کی امداد ہوگی۔

قال اللہ تعالیٰ ولا تغاؤنوا علی الذنوب والعدوان، نہ کہ اہل میت کا اہتمام کرنا کہ سرے سے ناجائز ہے تو اس مجمع ناجائز کے لئے ناجائز تر ہوگا۔

رابعاً۔ اکثر لوگوں کو اس رسم شیع کے باعث اپنی طاقت سے زیادہ تکلیف کرنی پڑتی ہے یہاں تک کہ میت واسے بے چارے اپنے علم کو محلول کر اس آفت میں مبتلا ہوتے ہیں اس میلہ کے کھانا، پان، چھایہ کہاں سے لائیں۔ اور بار بار قرض لینے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ایسا تکلف شرع کو کسی امر مباح کے لئے بھی زہار پسند نہیں نہ کہ ایک رسم ممنوع کے لئے پھر اس کے

باعث جو دقیق پڑتی ہیں خود ظاہر ہیں۔ اگر قرض سودی ملا تو حرام خالص ہو گیا اور معاذ اللہ لعنت الہی سے پورا حصہ ملا۔ اللہ عزوجل مسلمانوں کو توفیق بخشے کہ قطعاً ایسی رسوم شنیعہ جن سے ان کے دین و دنیا کا ضرر ہے ترک کر دیں اور طعن بے ہودہ کا لحاظ نہ کریں۔

(احکام شریعت حصہ سوم ص ۱۹۱ تا ص ۱۹۳)

اگرچہ صرف ایک دن یعنی پہلے ہی روز عزیزوں ہمسایوں کو مسنون ہے کہ اہل میت کے لئے اتنا کھانا پکوا کر بھیجیں جسے وہ دو وقت کھا سکیں اور با اصرار انہیں کھلائیں مگر یہ کھانا صرف اہل میت ہی کے قابل ہونا سنت ہے۔ اس میلے کے لئے بھیجنے کا حکم نہیں اور ان کے لئے بھی فقط روز اول کا حکم ہے آگے نہیں۔ کشف الغطاء میں ہے۔

مستحب است خویشاں و ہمسایہ ہائے ست میت را کہ طعام کنند طعام را بر لئے اہل دے کر سیر کنڈایشاں را یک شبانہ روز و الحاج کنند تا بخورند و در خوردن غیر اہل میت اس طعام را مشہور آن ست کہ مکروہ است۔

(احکام شریعت حصہ سوم ص ۱۹۳)

عرض کہ امام محمد احمد رضا شاہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام غیر شرعی رسومات اور فرسودہ روایات کے بارے میں قرآن و سنت کا فیصلہ دیتے ہوئے ان پر کاری ضرب لگائی تاکہ مسلمان ہند اعتقادی اور عملی طور پر بد عقیدگی، بے عملی اور لغویات سے محفوظ و مامون رہیں۔

اس فرسودہ رسم کے بارے میں امام احمد رضا نے فتاویٰ رضویہ جلد چہارم کے صفحات نمبر ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۹۳، ۲۲۱ اور ۲۲۳ پر محققانہ قلم آرائی فرمائی ہے۔

مغربی تہذیب و تمدن کے مخالف امام احمد رضا کا فکری جہاد

انگریزی تسلط سے برصغیر کے اسلامی معاشرے کی تہذیب و ثقافت جس طرح مجروح ہوئی، ہمارا معاشرہ آج بھی اس کا گواہ ہے۔ ہمارا نوجوان پڑھ لکھنے والے کے کمرے تک ڈسک کا کال نمونہ نظر آتا ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اس خطرے کو محسوس کرتے ہوئے پہلے ہی ارشاد فرما دیا تھا۔ انگریزی وضع کے کپڑے پہننا حرام، شہ زام اور انہیں پہن کر فساد مکر وہ تحریریں قریب الحرام، واجب الاطاعت کہ جائز کپڑے پہن کر نہ پھرے تو نادگار خدا بستی، والعیاذ باللہ العزیز العفّار۔

(امام احمد رضا، العطا یا النبویہ فی القنادی رضویہ، جلد سوم، مطبوعہ لائل پور ص ۳۳۲)

(بحوالہ گناہ بے گناہی از پروفیسر محمد مسعود احمد ص ۱۸)

اپنی ایک شہرہ آفاق کتاب الحجۃ المومنہ فی آیت الممتحنہ ص ۹۳ میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ نے منسایا:

انگریزی اور بے سود تصنیع اوقات تعلیمین جس سے کچھ کام دین تو دین دنیا میں بھی نہیں پڑتا صرف اس لئے رکھی گئی ہے کہ لڑکے این دال مہلات میں مشغول ہو کر دین سے غافل رہیں کہ ان میں حیثیت دینی کا مادہ ہی پیدا نہ ہو وہ یہ نہ جانیں ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا دین کیا ہے۔

(حوالہ گناہ بے گناہی - پروفیسر محمد مسعود احمد ص ۱۸)

مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور

سیکرٹری جنرل آل پاکستان ایجوکیشن کانفرنس سید الطاف علی بریلوی کہتے ہیں کہ:

سیاسی نظریہ کے اعتبار سے حضرت احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ حریت پسند تھے۔ انگریز اور انگریزی حکومت سے دلی نفرت تھی۔ شمس العلماء قسم کے خطاب وغیرہ کو حاصل کرنے کا ان کو یا ان کے صاحبزادگان حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان، مفسر انظم ہند علامہ معصوم رضا خان صاحب کو کبھی تصور بھی نہ ہوا۔ والیان ریاست اور احکام وقت سے بھی قطعاً راہ و رسم نہ تھی۔

(انبار جنگ کراچی شمارہ ۲۵ جنوری ۱۹۷۹ء، ص ۵۴ بحوالہ گناہ بے گناہی ص ۲۰)
پروفیسر محمد مسعود احمد گناہ بے گناہی میں لکھتے ہیں:

امام احمد رضاؒ نے عیسائیوں کی طرف سے مسلمانوں کے افکار و خیالات میں مداخلت اور قرآن و حدیث پر اعتراضات کو کبھی برداشت نہیں کیا بلکہ بروقت ان کا تعاقب کیا چنانچہ ایک عیسائی پادری نے اعتراض کیا کہ قرآن مجید میں قویہ ہے کہ زچہ کے پیٹ کا مال کوئی نہیں جانتا کہ لڑکا ہے یا لڑکی حالانکہ ہم نے ایک آگے بجا دیا ہے جس سے یہ سب تہذیب معلوم ہو جاتا ہے۔ پادری مذکورہ کا یہ اعتراض ۱۸۹۷ء میں قاضی محمد الوحید نے ایک استفتاء کی صورت میں پٹنہ سے ارسال کیا اور جواب کے لئے تعیل کی درخواست کی کہ پادری کی باتوں سے ایک مسلمان کے ایمان میں شک و شبہ پیدا ہوا ہے اور اندیشہ ہے کہ کہیں وہ مرتد نہ ہو جائے امام احمد رضاؒ نے اس استفتاء کے جواب میں مندرجہ ذیل عنوان سے ایک رسالہ تصنیف فرمایا۔

الصمام علی مشکک فی آیت علوم الارحام ۱۸۹۷/۱۳۱۵

اس رسالہ میں امام احمد رضاؒ نے مسئلے کے سرخیل پور بریلی شافی بحث فرمائی ہے اور قائلانہ دلائل پیش کئے ہیں اور آخر میں عیسائیوں کے بے سرو پا عقائد پر سخت تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

سبحن اللہ ————— کہاں رب السموات والارض ————— عالم الغیب والشہادہ
سبحانہ وتعالیٰ ————— اور کہاں کوئی بے قیصر ————— لڑکی کا، بیوی، بہن،
پاک، ناشائستہ، کھڑے ہو کر مونتے والا ہیں کہ انکے بریری و پاک پرستی؟

خدا را انصاف ————— وہ عقل کے دشمن، دین کے رہزن، جہنم کی کورن، ایک
دو تین میں فرق نہ جانیں ————— ایک خدا کے تین نامیں ————— پھر ان تین کو ایک ہی جانیں
بے مثل، بے کفو سے لئے جو وہ بتائیں، بیٹا ٹھہرائیں ————— اس کی پاک بندی
سٹری کنواری، پاکیزہ بتول مریمؑ پر ایک برہمنی کی جو روپنے کی تہمت لگائیں
پھر خاندن کی حیثیت اخاندن کی موجودگی میں بی بی کے جو بچے ہوئے دوسرے کا گائیں
خدا اور خدا کا بیٹا ٹھہرا کر ادھر کافروں کے ہاتھ سے سولی دلائیں۔ ادھر آپ اس

کے خون کے پیاسے، بوٹیوں کے بھوکے، روٹی کو اس کا گوشت بنا کر، دکر دکر چائیں
 شراب ناپاک کو اس پاک معصوم، ادھر موت کے بعد کفارے کو اسے بھیجیٹ کا بکرا بنا کر
 بھجوائیں، لعنتی کہیں ملعون بنائیں۔ اے سبحان اللہ۔ اچھا خدا چسے سولی
 جائے۔ عجب خدا چسے دوزخ جلائے۔ طرفہ خدا، جس پر لعنت آ
 جو بکرا بنا کر بھیجیٹ دیا جائے۔ اے سبحان اللہ! باپ کی خدائی
 بیٹے کی سولی۔ باپ خدا بیٹا کس کھیت کی مولیٰ؟ باپ کے جہنم کی
 سے لاگ۔ سرکشوں کی چھٹی، بے گناہ پر آگ۔ اُمّتی ناجی
 رسول ملعون۔ معبود پر لعنت۔ بندے ماموں۔ قف قف
 وہ بندے جو اپنے ہی خدا کا خون چوسیں۔ اس کے گوشت پر دانت رکھیں
 اُف اُف۔ وہ گندے جو انبیاء و رسل پر وہ الزام لگائیں کہ بھنگی چمار بھی جن
 گھن کھائیں۔ سخت فحش، بے ہودہ کلام گڑبیس اور کلام الہی مٹھرا کر پڑھیں
 زہ زہ بندگی۔ خرخہ تعظیم! قد تعظیم۔ پھر آگ
 چل کر لکھتے ہیں۔

اللہ اللہ۔ یہ قوم۔ یہ قوم! سراسر لوم۔
 لوگ۔ جنہیں عقل سے لاگ نہیں، جنہیں جوتوں کا روگ۔ یہ اس قابل ہے
 کہ خدا پر اعتراض کریں اور مسلمان ان کی لغویات پر کان دھریں؟
 اِنَّ لِلّٰہِ دَانَ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (العصام علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام)
 (حوالہ گناہ بے گناہی پر وفیسر مسعود احمد ص ۲۸-۲۹-۳۰)

امام احمد رضاؒ نے نصرانی تعلیمات اور تہذیب و تمدن کے خلاف صرف قلمی جہاد
 ہی نہیں فرمایا بلکہ آپ نے اپنے شاگردوں اور مریدوں کی ایسی جماعت تیار کی جس نے
 قریہ قریہ گاؤں گاؤں جا کر نہ صرف نصرانیت بلکہ شدھی اور سنگھ سٹن جیسی سحر کیوں کا تعلق
 کر کے سینکڑوں مرتدوں کو پھر سے دامن اسلام سے وابستہ کر دیا۔

دورِ حاضر کے مشہور مورخ و محقق پروفیسر مسعود لکھتے ہیں کہ ۱۹۲۳ء میں تحریک شدھی

ہلی جس میں سوامی شہر دھانند پندت کالی چرن، پندت رام چندرا، دھرم بھکشو سکھوی وغیرہ
 نے بھرپور حصہ لیا۔ اس کے مقابلے کے لئے بریلی سے جماعت رضا نے مصطفیٰ میدانِ عمل
 میں آئی۔ اس کے بعد جماعت اشرفیہ حلقہ اشاعت الحق اور انجمن خدام صوفیہ صدرا لفاصل
 (علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ) اور تاج العلماء (مفتی محمد عمر نعیمی علیہ الرحمہ)
 کے شیخ طریقت حضرت شاہ علی حسین اشرفی نے باوجود کبرسنی تحریک شدھی کا پوری قوت
 سے مقابلہ کیا۔ براہ راست تبلیغ کے علاوہ مندرجہ ذیل طریقے بھی اختیار کئے گئے۔

ہوتی ہے کہ آپ کسی بھی معاملے میں وقتی مصلحت اندیشی یا جزوی مفاد پرستی کے سراپ کا شکار نہ ہوئے بلکہ ہر مسئلے اور ہر معاملے کو خواہ وہ مسلمانوں کی سیاسی و معاشرتی زندگی سے متعلق ہو یا اس کا واسطہ مسلمانوں کے معاشی حالات سے ہو۔

حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے ہر مسئلہ اور ہر معاملے کو قرآن و سنت کی کسوٹی پر رکھا اور کھوٹا الگ کر دکھایا۔ اور اس حقیقت میں توہین شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہونی چاہیے کہ ہمارے اجتماعی اور انفرادی مسئلے ہوں یا ہماری سیاسی آزادی یا معاشی استحکام کا معاملہ ان تمام مشکلات و مسائل کے حل کی بنیاد کام خدا جل جلالہ اور حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کچھ نہیں۔

حضرت امام احمد رضاؒ نے سیاست ہند میں اسی حق کی پیروی کی اور اسی نور کی روشنی سے مسلمانان ہند کے سیاسی، معاشی اور تمدنی افکار کو تاباں و درخشاں کیا۔

پروفیسر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں کہ :-

حضرت امام رضا بریلویؒ کے سیاسی افکار کو سمجھنے کے لئے ان کی مندرجہ ذیل تصانیف کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔

(۱) النفس الفکر فی قرآن البقر (۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء)

(۲) اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالسلام (۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء)

(۳) تدبیر فلاح و نجات و اصلاح (۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء)

(۴) دوام البیث فی الائمۃ من قریش (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء)

(۵) الحجۃ المومنین فی ایۃ الممتحنہ (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء)

(۶) الطاریح الداری لحفوات عبدالباری (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء)

تقسیم بنگال

انڈین نیشنل کانگریس جو کہ ہندو کی ایک نمائندہ جماعت تھی اس کی بنیاد ایک انگریز مسٹر ایلن آکسٹون بیوم نے دسمبر ۱۸۸۵ء میں رکھی، ۱۸۸۵ء سے لیکر ۱۹۰۵ء تک پاک و ہند کی اجتماعی

سیاسی صورت حال میں کوئی خاص تبدیلی نہ آئی۔ ۱۹ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو حکومت نے انتظامی سہولت کے لئے بنگال کی تقسیم کا اعلان کر دیا جسے صوبے کا نام مشرقی بنگال و آسام رکھا گیا اس تقسیم سے مسلمان بنگال کی سیاسی اور اقتصادی حالت میں مثبت تبدیلی پیدا ہوئی جبکہ ہندو کے لئے یہ تبدیلی کسی بھی صورت میں قابل قبول نہ تھی نتیجتاً ہندوؤں نے خالصتاً ہندو کے ہندو طلباء نے سرسید بنرجی کی قیادت میں اس تقسیم کے خلاف زبردست تحریک چلائی۔ بنگال میں ہندوؤں کی مسلم دشمنی کی انتہا یہاں تک پہنچی کہ وہ ہر سال تقسیم بنگال کی تاریخ کو یوم سیاہ مناتے۔

مسلم لیگ کا قیام

۳۰ دسمبر ۱۹۰۵ء کو شملہ وفد نے کامیابی حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں کے مسائل کے حل کے لئے ہند میں ایک مسلم سیاسی جماعت کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا چنانچہ ۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ء کو ڈھاکہ میں منعقد محمدان ایجوکیشنل کانفرنس کے اختتام پر نواب وقار الملک کی صدارت میں ایک خصوصی اجلاس منعقد ہوا جس میں ڈھاکہ کے نواب سلیم اللہ خان نے سیاسی تنظیم کے نام سے یہ قرارداد پیش کی۔ حکیم اجمل خان (روہی) اور مولانا ظفر علی خان رلاہرا کی حمایت سے یہ قرارداد منظور ہوئی اور برصغیر میں مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ قائم ہو گئی۔

تیسخ تقسیم بنگال

پھر ۱۹۰۷ء سے ۱۹۱۱ء تک برصغیر کی سیاسی فضا پر تقریباً جوہداری رہا۔ ۱۹۱۱ء میں تقسیم بنگال کے سات ہندوؤں کی اجتماعی تحریک و پشت گردی اور ہنگامہ خیزی کے باوجود سرورجی چندر برہانپور نے اچانک اور قطعی طور پر تقسیم بنگال کی تیسخ کا اعلان کر دیا ۱۹۱۳ء میں مسٹر لاپنر کا سانحہ پیش آیا۔ ۱۹۱۷ء میں مشیاق لکھنؤ کا معاہدہ طے پایا جس میں ہندوؤں کی سیاسی جماعت کا زیربلی اور آخری مرتبہ مانوں کے لئے جد اکتاہ انتخاب کے اصول کو تسلیم کیا۔ ۱۹۱۹ء میں برطانوی حکومت نے ہند میں نام نہاد آئینی اصلاحات کیں اور ۱۹۳۱ء اپریل کو جلیا نوالہ باغ امرتسر کا افسوس ناک واقعہ ظہور پذیر ہوا۔

سلطنت عثمانیہ کی اجتماعی صورت حال

ستمبر ۱۹۱۱ء میں اٹلی نے استعماریت کا مظاہرہ کرتے ہوئے سلطنت عثمانیہ کے علاقے طرابلس پر حملہ کر دیا۔ اور مسلمانوں پر دہشت گردی کا سہارا دیا۔ اس کی مثال ملتی مشکل ہے اس موقع پر جب عثمانی فوجوں نے اٹلی کی جارحیت کو روکنے کے لئے مصر سے گزرنا چاہا تو برطانوی حکومت نے منافقانہ چال چلتے ہوئے عثمانی فوجوں کو مصر سے نہ گزرتے دیا۔ اٹلی کی جارحیت کا بیابان ہوئی اور طرابلس پر اٹلی کا قبضہ ہو گیا۔ ۱۹۱۲ء میں بلقانی ریاستوں نے دیگر طاقتوں اور برطانیہ کے شہ پر ترکی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ بلقانی فوجیں بولنی قسطنطنیہ کے قریب پہنچ گئیں اور انہوں نے ترکی کے بہت سے عسکروں کو قتل کر دیا۔ اس جنگ پر برطانیہ نے ترقی میں غیر جانبداری کا اعلان کیا لیکن حقیقت میں وہ بلقانی ریاستوں کے ساتھ تھا اور بعد میں برطانیہ نے ترکی کو کمزور پا کر بلقانی فوجوں کی حمایت کا کھل کر اعلان کیا۔ برطانیہ کے اس کردار پر مسلمانان ہند تڑپ اٹھے۔ انہوں نے اٹلی کے مال کا بائیکاٹ کیا اور سلطنت عثمانیہ کی حمایت میں جگہ جگہ جلسے اور جلسوں سکالے۔

جنگ بلقان ۱۹۱۳ء اکتوبر ۱۹۱۳ء تک ختم ہوئی ۲۸ جولائی ۱۹۱۳ء کو پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی ۲۸ اگست ۱۹۱۴ء کو دولت عثمانیہ نے جرمنی کے ساتھ میثاق اتحاد پر دستخط کیے اور ۲۸ اکتوبر ۱۹۱۴ء کو دولت عثمانیہ جرمنی اور آسٹریا کی حلیف بن کر جنگ میں شامل ہو گئی۔

کیلے پولے کا معرکہ

۱۸ مارچ ۱۹۱۵ء کو اتحادی فوج نے جہازوں پر سے جہازانہ حملے کا آغاز کیا جسے پسپا کر دیا گیا۔ اس کے بعد اتحادی فوجوں نے برسی حملہ کے لئے آرمی برونی اور سہا بھر کے قریب فوجیں اتار دیں شروع کیں ۲۵ اپریل ۱۹۱۵ء کے مقابلہ پر ۱۹ ڈویژن کے کمانڈر مصطفیٰ کمال پاشا نے اتحادی فوجوں کے ساتھ زبردست مقابلہ کیا۔ بالآخر ایک طویل لڑائی کے بعد اتحادی

فروری ۱۹۱۵ء کو کیلی پولے سے یانوس جو کہ واپس چلی گئیں۔ اس مقام کے بعد برطانوی فوجیں اور فرانسیسی فوجیں کے علاقوں پر حملہ آور ہوئیں۔ اس کی ضرورت کے باعث عثمانی فوجیں اکثر مقامات پر ٹوٹ کر مقابلہ کر رہی تھیں۔ اس کے نتیجے میں برطانوی فوجوں نے فلسطین اور شام پر قبضہ کر لیا۔ عثمانی فوجیں مسائل کی کمی کے باوجود دراصل ناکستہ جرات دہلاوری سے برطانوی افواج اور برطانیہ کے حلیف جرمنوں کے خلاف دہلاوری جاری ہے۔ اب صورت حال نازک ہوئی۔ جاری جنگ اور جنگ بندی کی ضرورت تھی۔ ۲۸ اکتوبر کو ترکی حکومت نے اپنی فوجوں کو جنگ بندی کے اس عہد نامے کی شرائط سے آگاہ کیا جس پر اس کے بہ مقام مندرجہ ذیل شرائط تھیں۔

سپہ سالار مصطفیٰ کمال پاشا اور شرائط صلح

۲۸ نومبر ۱۹۱۸ء کو مصطفیٰ کمال پاشا نے دوسرا اعلان جنگ پاشا کے نام بھیجا۔ جو سپہ سالار اعظم کے حلیف آف شات کا منصب سنبھالنے ہوئے تھے۔ انہوں نے عوام کی خدمت کی۔

وفاکار و دشمنوں کی عبادت اور ان کے طرز عمل کو تسلیم کرنے کے جواب میں جہاز کی گئی۔ میں میں طبعاً ان کی تعمیل سے قاصر ہوں صلح نامے کی شرائط میں جو رعایتیں فتح مند حریفوں کے لئے رکھی گئیں ہیں ان سے زیادہ رعایتیں برائیات کر کے آپ یہ حکم دے رہے ہیں کہ ہم عرض کے مطالبات من وعن قبول تسلیم کریں۔ یہی حلیف آف جنرل شات کے احکام کی قلیل کرامیرا فرض منصبی ہے۔ لیکن میں ان باتوں کو گوارا نہیں کر سکتا۔ لہذا مجھے میرے موجودہ منصب سے سکد و کش کر دیا جائے۔

ایک اور مقام پر مصطفیٰ کمال پاشا نے کہا یہ صلح نامہ جس کی تمام دفعات کو تسلیم کر کے دستخط کر دیتے ہیں۔ دولت بانیہ کے دہلاوری معاہدات کا تختہ کرنے سے قاصر ہیں۔

مصطفیٰ کمال اور وزیر اعظم

۲۸ نومبر ۱۹۱۸ء کو مصطفیٰ کمال نے وزیر اعظم کو ان خطرات کی طرف متوجہ کیا جو ترکی پر چاروں

طرف منڈلا رہے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنی فوج کو تہذیبیت بھی کی کہ جنگ بندی کی شرائط پر عمل کریں، بڑا این ہمدہ اس بات پر ہمارے زور دیتے رہے کہ اسکندر یہ اور انطاکیہ کے علاقے جو موجودہ ترکیہ کے صوبہ خطائی میں شامل ہیں، خالص ترکی کے علاقے ہیں اور انہیں شام کے ملک میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا جب شامی سرحدوں کی حدود پر بحث کی جائے۔ تو یہ حقیقت ملحوظ رکھی جائے کہ دونوں علاقے ہرگز شام سے متعلق نہیں بلکہ خالص ترکی میں انہیں کسی طرح شام کا حصہ تصور نہیں کیا جاسکتا۔ صلح نامہ مؤرخوں کی دفعہ ۱۶ کے موجب وہ تمام ترکی فوجیں جو شام کی حدود نیز حجاز، شام اور یمن میں موجود ہیں تھیں۔ اتحادی فوجوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے کی پابند تھیں۔ ص ۴۳

ماریسی اور پر مشروری

۳۰ اپریل کو ۱۹۱۹ء کو مصطفیٰ کمال نمبر ۹ آرمی کے انکسٹر مقرر کر دیئے گئے اس کے بعد سلطان وحید الدین اور ان کی حکومت کے ارکان نے مصطفیٰ کمال کو انٹریلیہ بھیجنے کا حکم صادر کیا۔ روانگی سے پہلے رات کو سلطان کے داماد وزیر اعظم فرید پاشا نے مصطفیٰ کمال پاشا کو اپنی رہائش پر مشایہ دیا۔

کھانے کے بعد انہوں نے انٹریلیہ کا نقشہ دکھایا اور مصطفیٰ کمال پاشا کی انکسٹری کے علاقے پر ان کے اختیارات پر بحث کرتے ہوئے اس بات پر حجت میں وزیر اعظم نے ان لشکروں کی شبہات کا اظہار کر ہی دیا جو انہیں مصطفیٰ کمال پاشا کے مقاصد کے متعلق تھے۔

داماد فرید پاشا کی مشایہ رانی رات دعوت کے دن یعنی ۱۵ مئی ۱۹۱۹ء کو یونانیوں نے امیر پر قبضہ کر لیا جب مصطفیٰ کمال جانے سے پہلے وزیروں سے دوائی ملاقات کے لئے باب عالی میں گئے تو دیکھا کہ سب کے سب مایوس ہیں، جب انہوں نے مصطفیٰ کمال کو زینے کے اوپر دیکھا تو بہت کھرمندی سے پوچھا، ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟ مصطفیٰ کمال نے آخری مرتبہ مختصر الفاظ میں انہیں یہ ہدایت کی کہ ہمت سے کام لیجئے۔

لگنے والے دن یعنی ۱۶ مئی کو مصطفیٰ کمال آخری جمعہ والے جسوں رسالتی میں شریک ہوئے سلطان

وحید الدین نے انہیں شرف باریابی بخشا۔ اس روز سلطان بہت افسردہ دو لگیں تھیں، اس نے جنگی جہازوں کی طرف اشارہ کر کے جو آبناٹے باسفورس میں لنگر انداز تھے۔ اور جن کی توپوں کے دھانے قصر شاہی کی طرف تھے بول کہا۔

جو صورت حال ہے وہ تم بھی دیکھ رہے ہو مجھے کچھ نہیں سوچتا، کہ قوم کو تباہی سے بچا کا کی طرف ہے پھر سلطان نے اپنے ہاتھ بند کئے اور کہا۔

”کاشش کے ہماری قوم ہوشمندی اختیار کرے کاشش یہ اپنی حفاظت کر سکے اور ہمیں بھی اندوہ ناک حالت سے نکالے“ ص ۴۴

مصطفیٰ کمال کی رائے

دوشنبہ ۱۹ مئی ۱۹۱۹ء کو صامیوں کی بندرگاہ پر ان سے یہ بندرگاہ انٹریلیہ کے علاقے میں وہاں اپنی عظیم اشان تقریر میں انہوں نے ان جذبات کی بہت تفصیلی بیان کی جو اس وقت انکے سینے میں موجزن تھے۔

”جنگ عظیم میں ترکیہ نے جن ملکوں کے ساتھ اتحاد کیا تھا وہ شکست کھا چکے تھے ہندی کے عہد نامے کی شرطیں نہایت سخت تھیں۔ چنانچہ ترکی فوج پر ہر طرف سے دباؤ پڑ رہا تھا۔ جنگ عظیم کے صبر آزمایوں سال اس طرح گزرے تھے کہ قوم خشک کر چر رہی تھی۔ اور انداز میں مبتلا تھی جن راہنماؤں نے ملک کو جنگ کی آگ میں بونکھا تھا۔ وہ اپنی جان بچانے کے لئے ملکوں میں چلے گئے تھے۔ وحید الدین جو سخت پہلوہ اندر رہتے نہایت ذلت سے ایسی تدبیریں رہتے تھے جن سے وہ اپنی زندگی اور شہنشاہت و سلطنت محفوظ رکھ سکیں کامیاب جس پر سلطان کے بہنہ در دام فرید پاشا کا تصرف تھا۔ سمجھ بوجھ کے ذرائع اور رفتار سے جاری تھا۔ یہ بزدل کامیاب سلطان کے چشم آبد کے اشارے پر چلتا تھا اور اس کے وزیر اپنی جانیں اور سلطان کی زندگی محفوظ رکھنے کے لئے ہر ذلت کو قبول کرنے کے لئے تیار تھے۔ فوج سے ہتھیار اور گولہ بارود لیا جاسکا اگر کچھ باقی رہا تھا تو وہ بھی چھینا جا رہا تھا۔

فوج مت دستار داری ملکوں نے طے کر لیا تھا۔ کہ جنگ کی شرائط کا پابند ہونا چنداں ضرور

نہیں اتحادی نہیں اور بیڑے مختلف ہیں ان کی طرف سے قبول کرنا چاہئے ہو گئے تھے۔ اور وہ
 مرعش اور صین نائب کے اصولوں پر برطانیہ کا اعلان پر فرانسسوں کا تبصرہ تھا۔ ان کا کیا اور تو یہ میں اٹھاری
 سپاہی اور مزیدین اور سامسون میں برطانوی فوجیں موجود تھیں۔ غیر ملکی افسر، عہدہ دار اور ان کے
 گماشتے سرحد وندار سے تھے آخر میں یہ تمام ہمارے ہمارے ہونے سے چار روز پہلے دہشت
 ۱۹۱۹ء کو یونانی فوج ان کے ساحل پر آکر اتر گئی۔ کیونکہ اتحادی جی قوتوں نے انہیں اس کی اجازت
 دے دی تھی۔

ان سب آفتوں پر طاریہ کہ ملک کی عیسائی آبادی ہر جگہ خفیہ طریقے یا عدنیہ طور پر اپنی سرگرمیوں
 میں مصروف تھی، یہ لوگ چاہتے تھے کہ قریبی ملکوں ہر کے اپنے حوصلے نکالیں اور ترکی سلطنت کو
 تباہ کر دیں۔

ملک کو بچانے کے لئے جو تدبیریں ترکی کی گئیں مصطفیٰ کمال نے ان پر غور و بحث و تحقیق
 کی اور پھر وہ جس فیصلے پر پہنچے انہیں ان الفاظ میں بیان کیا۔

مجھے ان تمام تحریروں میں کوئی معتزلت نظر نہیں آتی جن دلائل پر ان لوگوں کو اتحاد تھا۔
 وہ سب کے سب بے بنیاد تھے حقیقت یہ تھی کہ اس وقت ترکی سلطنت کی بنیاد پر لگے تھے اور اب
 وہ نہایت ہی سے ہلکا رہی، اس کے تمام مقدمات ٹوٹنے لگے تھے۔ اور وہیں عزت
 کا تھڑا سا ٹکڑا باقی تھا جس میں ترکوں نے نہایت ہی محنت لی تھی لیکن حیرت اس کے کچھ ٹوٹے کو بھی آپس میں
 بانٹ لینا چاہتے تھے۔ ترکی سلطنت آزاد حکومت سلطان، خلیفہ، انتظامیہ سلطنت سب
 کے سب اصل الفاظ تھے جن کا منہم اور معنی کچھ نہ تھا۔

سوال یہ تھا کہ کن لوگوں کی حفاظت کی جائے؟ اور یہ حفاظت کسی کی امداد سے کی جائے؟
 ان حالات میں صحیح فیصلہ کیا تھا۔ اور وہ حالات میں صحیح فیصلہ یہی ہو سکتا ہے کہ ایک نئی ترکی
 سلطنت قائم کی جائے جو مختار مطلق ہو، غیر مشروط طور پر آزاد ہو اور جس کی بنیاد قومی حکومت پر ہو
 یہ تھا سلطنت عثمانیہ کے اندرونی اور بیرونی حالات کا ایک جائزہ ان تاریخی حقائق سے
 یہ بدلت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ برطانیہ، اٹلی، فرانس، یونان اور روس جیسی سامرائی قوتوں نے
 اللہ اور پھر پہلی جنگ عظیم سے لے کر ۱۹۱۹ء تک سلطنت عثمانیہ کو ٹوٹے ٹوٹے کر دیا تھا۔

عثمانیہ کی اندرونی صورت حال میں جو کمزوریاں تھیں ان میں رسائی کی کمی عرب مشرق کی تحریک،
 شریعت ملک اور دیگر عربوں کی سلطنت عثمانیہ سے غداری اور انگریزی سامراج سے وفاداری
 کمزور حکومت اور نااہل سلطان پر سب کچھ شامل تھا۔

ہند میں تحریک خلافت

برصغیر کے مسلمانوں کو چونکہ خلافت و سلطنت عثمانیہ سے قلبی لگاؤ اور اسلامی پرستہ تھا۔
 اس لئے وہ یہ صورت حال برداشت کرتے کو تیار نہ تھے۔ لہذا خلافت کیٹی قائم کی گئی اور اس
 کا پہلا اجلاس ۳۰ نومبر ۱۹۱۹ء کو دہلی میں منعقد ہوا جس میں مسٹر گاندھی کے علاوہ کانگریس کے
 کچھ اراکین نے بھی شرکت کی۔ خلافت کیٹی نے جو اہم مقاصد تجویز کئے۔ وہ درج ذیل تھے۔

- (۱) خلافت عثمانیہ قائم رکھی جائے۔
- (۲) مسلمانوں کے مقدس مقامات مسلمانوں کی حفاظت میں رہیں۔
- (۳) ترکوں کی سلطنت کی حدود وہی چاہئے تھیں جو جنگ سے پہلے تھیں۔

اگر سلطنت کی بیان کردہ اندرونی اور بیرونی صورت حال کا بغور غور کیا جائے
 تو خلافت کیٹی کے مقاصد کی تکمیل انتہائی مشکل نظر آتی ہے۔ اور بولے محسوس ہوتا ہے کہ خلافت
 کیٹی کے سرکردہ راہنماؤں کو دولت عثمانیہ کے اندرونی حالات کا خاطر خواہ علم نہ تھا یا ان میں
 اتنی سیاسی بصیرت نہ تھی کہ وہ ان حالات کو بھانپ سکیں جو مصطفیٰ کمال کی قیادت عبور خلافت
 عثمانیہ کے خاتمے اور ایک نئی جمہوری حکومت کا پیش خیمہ ثابت ہو رہے تھے۔ مگر انہوں نے خود مختار
 مہر کیٹ، برصغیر میں تحریک خلافت کا قیام اس علاقے کی مسلم برادری کا خلافت سے ظہور
 جذباتی لگاؤ کا اظہار تھا۔

تحریک ترک موالات

تحریک خلافت نے سیاست ہند میں اس وقت انتہائی بزرگ صورت حال قائم کی جب
 مسٹر گاندھی کے کہنے پر خلافت کے راہنماؤں نے انگریزوں سے بائیکاٹ کی تحریک چلائی جس کا ہر

اس تحریک میں غیر مشروط طور پر شامل ہو کر مسلمانوں پر احسان جتانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن حقیقت اس کے برعکس تھی۔

ایک طرف تو مسٹر گاندھی ہندو مسلم اتحاد کی اس تحریک کا قاعد بن کر انگریزوں سے اپنی سیاسی قوت منوانا چاہتا تھا تو دوسری طرف پنڈت سالوہیہ انگریز کو یہ باور کرانے میں کوئی موقع ضائع نہ کرنا کہ مسلمان خلافت کی حمایت میں اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں لہذا انہیں اس تحریک سے لاری کی سزا ضرور ملنی چاہیئے۔

قیصر اور سرب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ متحدہ قومیت کی فکر نے زور پکڑا اس نازک مرحلہ پر امام احمد رضا کی قرآن وحدیث میں ڈوبی ہوئی سیاسی فکر نے مسلمانان ہند کی راہنمائی فرمائی۔ آپ نے ہندو مسلم اتحاد کے خلاف قویٰ صادر فرما کر وہ قومی نظریہ کی تردید کا باعث بنے اور کارنامہ سرانجام دیا جو امام مجدد الف ثانی نے دور اکبر کا میں دین الہی اور متحدہ قومیت کے خلاف سر انجام دیا تھا۔

ترک موالات اور علماء

ترک موالات اگرچہ سیاسی حذنبک رہتی تو شاید اس کے نتائج کچھ اور ہوتے، لیکن اس تحریک کے محرکین نے ابوالفضل اور ملا فیضی جیسے علماء سے یہ فتاویٰ صادر کرائے کہ مشرکین اور بت پرستوں سے اتحاد و اتفاق اور محبت و مودت جائز اور انگریزوں سے حرام ہے ان علماء میں ہمیت علماء ہند جس میں مدرسہ دیوبند سے وابستہ علماء شامل تھے۔ کے علاوہ ابوالکلام آزاد پیش پیش تھے۔

حقیقت میں ترک موالات کے محرکین اور حامی متحدہ قومیت اور اکھنڈ بھارت کے حامی تھے جبکہ ہندو مسلم اتحاد اور اس ترک موالات کے مخالفین و قوی نظریہ اور مسلمانوں کے الگ علی تشخص کی بقا کے حامی تھے اور تاریخ عالم نے چہرہ دل بھی دیکھا کہ یہی ترک موالات کے حامی، یعنی مسٹر گاندھی، ابوالکلام آزاد، مولانا محمد حسین احمد علی مولوی احمد سعید ناظم جمیعت علماء ہند اور مفتی محمد کفایت اللہ دیوبندی وغیرہ اکھنڈ بھارت کی حمایت اور قیام پاکستان کی مخالفت میں یک جان تھے جبکہ ہندو مسلم اتحاد قومیت اور ترک موالات کی مخالفت کرنے والے یعنی امام احمد رضا کے تمام حامی اور متبعین، خلفاء اور علامہ برصغیر میں آزاد اسلامی مملکت پاکستان کے قیام کے لئے کمال ایثار و فداکاری اور مسلم لیگ کے مشترکہ پلیٹ فارم سے پوری جدوجہد میں مصروف تھے۔

امام احمد رضا سلطنت عثمانیہ کی مدد و اعانت کے قطعاً مخالف نہ تھے۔ آپ کو سلطان سلطنت عثمانیہ کو خلیفہ قرار دینے پر اعتراض تھا۔ اور یہ اعتراض شرعی طور پر بالکل درست تھا۔ کیونکہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اجماع امت کی روح سے خلیفۃ المسلمین کا ”قریشی“ نسب ہونا لازمی ہے چنانچہ مسئلہ پر آپ نے ”دوام العیش فی الائمۃ من قریش“ کے عنوان سے ایک جامع رسالہ رقم کیا جو ۱۹۲۲ء میں شائع ہوا۔ اسی رسالہ میں آپ سلطنت عثمانیہ کی اعانت و امداد کے بارے میں فرماتے ہیں۔ سوال: کیا سلطنت عثمانیہ کی اعانت مسلمانوں پر لازم ہے یا نہیں؟ فرضیت اعانت کے لئے بھی سلطان کا قریشی ہونا شرط ہے؟

جواب: ”سلطنت عثمانیہ ایدھا اللہ تعالیٰ نہ صرف عثمانیہ بلکہ ہر سلطنت اسلام نہ صرف سلطنت ہر جماعت اسلام نہ صرف جماعت ہر فرد اسلام کی خیر خواہی ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اگر میں قریشیت شرط ہونا کیا معنی دل سے خیر خواہی مطلق فرض میں ہے اور وقت حاجت دعا سے امداد اعانت بھی مسلمان کو چاہیئے۔ کہ اس سے کوئی عاجز نہیں اور مال یا اعمال سے اعانت فرض کفایہ ہے۔“ (جلد ۳ - مطبوعہ مکتبہ رضویہ دلاہور)

لیکن امام احمد رضا خلافت کیلٹی کے اُس غیر اسلامی لائحہ عمل سے جائز اور اصولی اختلاف رکھتے تھے جو خلافت کیلٹی نے تحفظ خلافت عثمانیہ کی آڑ میں ہندو مسلم اتحاد و اختلاف کی صورت میں اختیار کر رکھا تھا اور گاندھی جیسے بت پرست اور مشرک کی راہنمائی اس پر مستہزاد تھی اور وہ اس تحریک کو برصغیر میں متحدہ قومیت کے طاعون قومی نظریہ کو اُجاگر کرنے کے لئے استعمال کر رہا تھا۔ اور اس کی یہ خواہش تھی کہ وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کا مشترکہ لیڈر بن سکے۔

جبکہ امام احمد رضا ہند کی سیاسی چالوں سے بخوبی آگاہ تھے۔ لہذا انہوں نے تحریک ترک موالات کی صورت میں پٹنئے والے متحدہ قومیت کے نظریہ کی بھرپور مخالفت کر کے مسلمانان ہند کے علیحدہ اور جدا گانہ علی تشخص کو برقرار رکھنے کی پوری جدوجہد فرمائی۔

خود قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے ۱۵ جنوری ۱۹۳۳ء کو ایک صحافی ایم ایس طوسی کو تحریک ترک موالات کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا۔

اور سوراج کے ذریعہ وہ گائیوں کی حفاظت کر سکیں گے۔ گاندھی کے ایک چیلے ستیا دیو نے نومبر ۱۹۲۰ کو میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔

”جب ہمارے ہاتھ میں اختیار ہوگا جس قدر قوانین ہم بنا سکیں گے بنائیں گے۔ گڈ کشی کا مسئلہ ہندوستان میں نہایت اہم مسئلہ ہے۔ ہماری متواتر درخواستوں کے باوجود حکومت نے اس مسئلہ میں کچھ نہیں کیا تنہا کاٹھیاواڑ میں بہت سی گائیں ذبح کی گئیں۔ جب ہمارے ہاتھ میں قانون سازی کی قوت آئے گی تو ہم فوراً یہ سب کر دیں گے کہ ہندوستان کے اندر گائے کی قربانی نہ ہو۔“

۱۳۱۔ پروفیسر احمد سعید۔

تحریک آزادی کے مشہور مورخ پروفیسر محمد محمود لکھتے ہیں کہ۔

”مسٹر گاندھی نے ان تحریکات کو بطور ذرائع استعمال کیا۔ یعنی تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، تحریک ترک حیوانات، تحریک گنہگار کشا، ستیا گرہ، برت وغیرہ اور یہ تحریکیں مسلمانوں کو ہندو مسلم اتحاد پر لے گئیں۔ رغبت سے، شوق سے مستقبل کی امیدوں اور اندیشوں سے سیاسی لگاؤ سے معاشی ڈباؤ سے معاشرتی چاؤ سے۔“

پھر مسٹر گاندھی کی کوششوں کے ثمرات اور فوائد کا جائزہ لیتے ہوئے ڈاکٹر محمد سعید لکھتے ہیں۔
امرتسر کے ایک نامی حکیم محمد موسیٰ زید لکھتے ہیں،
یعنی شاہدوں کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں۔

گروہ علماء نے مسٹر گاندھی کو جامع مسجد شیخ فیروالدین، امرتسر میں لا کر منبر رسولؐ پر بٹھایا اور خود اس کے قدموں میں بیٹھے اور یہ دعا کی گئی۔

”اے اللہ تو گاندھی کے ذریعے اسلام کی مدد فرما۔“ ۱۲۹

بیگن لکھاٹ میں نماز جمعہ کے وقت تھینٹا ۱۵۰۰ ہندو مسلمان جامع مسجد میں جمع ہوئے اور تقریر و دعا میں ہندوؤں نے بھی حصہ لیا۔

مسجد قطب خانہ ماں میں ۱۵ اگست ۱۹۲۰ کو ہندو مسلم کا متحدہ جلسہ ہوا۔ جس میں ہندوؤں نے بھی زوردار تقریریں کیں۔

جامع مسجد چٹکاڈ میں ہندو مسلمانوں کا مشترکہ اجلاس ہوا جس کی صدارت پانڈو لنگ دینا ناتھ نے فرمائی۔

ترک موالات اور اسلامی شعائر کی توہین اور بے حرمتی

ترک موالات میں مسلمان ہندو کے ساتھ جوش میں یہاں تک پہنچ گئے کہ اپنے دینی شعائر کو بھی مشرکین ہند کے ہاتھوں تہس نہس کر دیا۔
پروفیسر احمد سعید سیاست ملیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ۔

”ہندوستان کی تمام تاریخ میں یہ دور پہلا اور آخری دور تھا جس میں ہندو مسلم اتحاد اپنے عروج پر تھا۔ مگر اس زمانہ نے بہت کم عمر پائی۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کی دلجوئی حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی مسلمان رضا کاروں نے رام لیلا کا بہت بندوبست کیا مندروں میں دعائیں مانگی گئیں۔ دید کو الہامی کتاب تسلیم کیا گیا۔ رامائی کی پوجا میں شرکت کی گئی۔ مسلمانوں نے اپنے ماتھے پر تنک لگائے۔ گنگا پر پھول اور بتائے چڑھائے گئے۔ بار بار اس بات کا اعلان کیا جاتا کہ گاندھی ”مستحقِ نبوت“ تھا۔ اور یہ کہا گیا کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی نبی ہوتا۔“

گلٹے کی قربانی کو موقوف کرنے کی تجاویز پیش کی گئیں اور سب سے زیادہ غضب یہ کہ دہلی کی جامع مسجد میں منبر رسولؐ پر ایک متشدد ہندو رشتہ دار (مشرک) گاندھی کی تحریک کا بانی جس کا مقصد مسلمانوں کو ہندو بنا کر پاک کرنا تھا، سے تقریر کروائی۔ ان تمام باتوں کے باوجود ہندو ذہن میں کوئی تبدیلی

پیدا نہ ہوئی۔ مسلمان تو ہندو کو خوش کرنے کی خاطر گائے کے بجائے بکری کو ذبح کرنے کا فتویٰ دے رہا تھا۔ (کانگریسی اور دیوبندی علماء) ادھر ہندو لیڈر گاندھی کہہ رہا تھا کہ ہندو فقط نظر سے گائیوں کی حفاظت بہت ضروری ہے صرف ترک موالات ہی ان کو سوراج حاصل کرنے میں مدد دے سکتا ہے

آرہ کے متعلق ایک خبر کا حوالہ دیتے ہوئے پروفیسر محمود احمد لکھتے ہیں۔

”ایک پنڈت ساکن بلیا آجکل آرہ میں اگر بہت زوروں کے ساتھ ہندو مسلمانوں کو ایک جگہ جمع کر کے لیکچر دیا کرتے ہیں۔ بعد ختم لیکچر وہ پنڈت خود اپنے ہاتھ سے مسلمانوں کو ٹیکہ دیتے ہیں۔ قبل ٹیکہ دینے کے مسلمانوں سے دریافت کرتے ہیں آپ لوگوں کے ہاں مخالفت تو نہیں۔ ایک پنڈت نے ہندو مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ آج ہم اپنی رمانٹن کا مسلمانوں کے قرآن کا اور انگریزوں کے بائبل کا یعنی تینوں کی پوجا کریں گے۔ ان کے انتظام و انتظام کے لئے یہ تھا کہ ایک ڈولہ جس کو وہ سنگھاسن کہتے ہیں اس کو بڑے تکلف کے ساتھ ہار پھولوں سے سجوا کر اس کے اندر ایک طرف رمانٹن ایک طرف بائبل اور بیچ میں قرآن مجید منگوا کر رکھا۔ اور بڑے اہتمام کے ساتھ بھجن گاتے ڈھول اور جھانچر وغیرہ بجاتے اور اس میں مسلمان بھی شریک ہو کر شہر سے گھماتے اپنے مندر کے اندر سے جا کر رکھا۔ جب ان مسلمانوں سے کہا گیا موالات کے مخالف مسلمانوں نے کہا، تو جواب دیا کہ اس میں حرج ہی کیا ہوا۔“ ص ۱۳۲

امام احمد رضا جیسا مرد حق دین کی یہ توہین۔ شعائر اسلامی کی بے حرمتی اور مسلمانوں کی صریح گمراہی کو کس طرح برداشت کر سکتا تھا۔ چنانچہ آپ نے مسلمانوں کو اس گمراہی سے بچانے اور راہ حق پر گامزن کرنے کے لئے

رسالہ رقم فرمایا۔ یہ رسالہ ۱۹۲۰ء کو مولانا حسن رضا خان نے مطبع حن بریلوی سے شائع کرایا۔

گائے کی قربانی کے بارے میں ہندو ذہنیت و کردار کا پردہ چاک کرتے ہوئے امام احمد رضا اس رسالہ میں فرماتے ہیں۔

”کیا ہم سے وہ دین پروردگار کے لئے کیا قربانی کاڈ پران کے سخت خلاف فساد پڑانے پڑ گئے؟ کیا کچر پور، آرہ اور کہاں کہاں کے ناپاک دھونک مقام جو ابھی تازے ہیں دلوں سے محو ہو گئے۔ بے گناہ مسلمان نہایت سنجیدہ دھی سے ذبح کئے گئے۔ مٹی کا تیل ڈال کر جلاتے گئے۔ ناپاکوں نے پاک مسجدیں ڈھائیں۔ قرآن کریم کے پاک اوراق پھاڑے اور جلائے اور ایسی ہی وہ باتیں جن کا نام لینے سے کلیجہ منہ کو آئے۔“ اسی رسالہ میں امام احمد رضا فرماتے ہیں۔

”کیا یہ مقدس بے گناہوں کے خون۔ یہ پاک مساجد کی شہادتیں، یہ قرآن عظیم کی آیتیں، انہیں ناپاک رکھنا، انہیں عجوبی سناک سبحانوں کے نتائج نہیں، نہ سہی۔ ہاتھ کٹکٹن کو آرسی کیا ہے۔ آپ جس شہر

جس قبضے، جس گاؤں میں چاہو آزما دیکھو۔ اپنی مذہبی قربانی کے لئے لگائے، بچھاڑو، اس دقت بھی تمہارے بائیں پسلی سے نکلے۔ یہی تمہارے سگے بھائی، یہی تمہارے منہ بولے بزرگ۔ یہی تمہارے پیشوا تمہاری ہڈی پسلی توڑنے کو تیار ہوتے ہیں یا نہیں۔“

مسٹر گاندھی کے ناپاک عزائم کے بارے میں امام احمد رضا لکھتے ہیں۔

”وہ جو آج تمام ہندوؤں اور نہ صرف ہندوؤں، تم سب ہندو پرستوں کا امام ظاہر و بادشاہ باطن ہے یعنی گاندھی صاف نہ کہہ چکا کہ مسلمان اگر قربانی کا ڈنہ چھوڑیں گے تو ہم تلوار کے زور سے چھڑا دیں گے اب بھی کوئی شک رہا کہ تمام مشرکین ہندو، دین ہیں ہم سے محارب ہیں۔“

فاضل بریلوی اور ترک موالات۔ ص ۱۵۱

شعائر اسلام کی بے حرمتی اور کفار سے اتحاد کے متعلق ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا نے فرمایا۔

”مقصود بتایا جاتا ہے اماکن مقدسہ کی حفاظت۔ اس میں کون مسلمان خلاف کر سکتا ہے۔ اور کارروائی کی جاتی ہے۔ کفار سے اتحاد، مشرک لیڈروں کی غلامی، عمر کے قرآن و حدیث کی تقلید کر نیوالے حصے کو بت پرستی پر شمار کرنا۔ مسلمانوں کا فتنہ لگوانا۔ کافروں کی جے بولنا، رام لجن پر پھول چڑھانا اور رمانٹن کی پوجا میں شریک ہونا۔ مشرک کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھا کر اس کی جے بول کر مر گھٹ کو لے جانا کافروں کو مسجد میں لے جا کر مسلمانوں کا داعی بنانا شعائر اسلامی قربانی کا ڈکھارنے کی خوشامدی بند کر دینا۔ ایک ایسے مذہب کی فکر میں ہونا جو اسلام اور کفر کی تمیز اٹھا دے اور بتوں کے معبود پر آگ کو مقدس ٹھہرانا اور اسی طرح کے بہت سے اقوال، احوال، افعال جن کا پانی سر سے گذر گیا۔ جنہوں نے اسلام پر کیسر پانی پھیر دیا۔ کون مسلمان ان میں موافقت کر سکتا ہے۔ ان حرکات نبیہ کے رد میں فتوے لکھے گئے اور لکھے جا رہے ہیں اس سے زیادہ کیا اختیار ہے پکی ہے اُسے جو متقلب القلب و اللہ بصیر ہے۔“

احکام شریعت حصہ دوم ص ۱۵۱

ترک موالات میں مسلمان لیڈروں کی ذہنی بے حسی کے بارے میں ایک جگہ آپ یوں فرماتے ہیں۔

”تم نے دیکھا! یہ حالت ہے ان لیڈر بننے والوں کے دین کی۔ کیا کیسا شریعت کو بدلتے ملتے،

پاؤں کے نیچے پکھلتے اور خیر خواہ اسلام بن کر مسلمانوں کو کھٹکتے ہیں۔ موالات مشرکین ایک، معاہدہ مشرکین دو، استعانت مشرکین تین۔ مسجد میں اعلیٰ مشرکین چار ان سب میں بلا مبالغہ یقیناً قطعاً لیڈروں نے خنزیر کو دُجنے کی کھال پہنا کر حلال کیا ہے۔ دین الہی کو دیدہ و دانستہ پامال کیا ہے۔ پھر لیڈر ہیں۔ رفیقار ہیں۔ مسلمانوں کے بڑے رہبر ہیں جو ان کی ہاں میں ہاں نہ ملاتے وہ مسلمان ہی نہیں۔ یعنی جب تک اسلام کو کند پھڑی سے ذبح نہ کرے ایمان ہی نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اند کے تو پیش گفتم غم دل ترسیدم

کہ دل آزر دہ شوی ورنہ سخن بیار است

"میں جانتا ہوں میرا کلام بُرا سنگے گا اور حسب معمول تحقیق حق و اظہار احکام رب الانام کا نام گالیاں رکھا جائے گا۔"

المجتہد المومنین ص ۸۷

امام احمد رضا مشرکین سے محبت و اتحاد کے علمبردار مسلمان لیڈروں کی دینی حیثیت جھینٹتے ہوئے فرماتے ہیں: "جب ہندوؤں کی غلامی ٹھہری پھر کہاں کی عزت اور کہاں کی خود داری، وہ تمہیں پیچھے جانیں۔ بھنگی جانیں۔ تنہا راپاک ہاتھ جس چیز کو لگ جائے گندی ہو جائے سودا نہ بھی تو دور سے ہاتھ میں ڈال دیں۔ پیسے لیں تو دور سے پٹکھا دیرہ پیش کر کے اس پر رکھالیں۔ حالانکہ حکم قرآن خود ہی نجس ہیں۔ اور تم ان نجسوں کو مقدس و مطہر بیت المقدس جاؤ جو تمہارے ہاتھ رکھنے کی جگہ ہے۔ وہاں ان کے ننگے قدم رکھو، گندے پاؤں رکھو۔ مگر تم کو اسلامی حس ہی نہ رہا۔ محبت مشرکین نے اندھا بہرا کر دیا۔ ان باتوں کا ان سے کیا کہنا جن پر جبکہ انشی یعنی دھیم کا رنگ بھر گیا سب جانے دو خدا کو منہ دکھانے یا ہمیشہ مشرکین ہی کی چھاؤں میں رہنا ہے۔ جو از تھا یوں کہ کوئی کافر..... مثلاً اسلام لانے یا اسلامی تبلیغ سننے یا اسلامی حکم لینے کے لئے مسجد میں آئے یا اس کی اجازت تھی کہ خود سر مشرکوں نجس بُست پر سٹوں کو مسلمانوں کا داعظ بنا کر مسجد میں لے جاؤ اسے منہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر بٹھاؤ، مسلمانوں کو نیچا کھڑا کر کے اس کا داعظ بناؤ کیا اس کے جواز کی کوئی حدیث یا کوئی فقہی روایت تمہیں مل سکتی ہے۔ حاشائے حاشا! للہ انصاف! کیا یہ اللہ و رسول سے آگے بڑھا شرع مطہر و افسر العزائم، احکام الہی و دانستہ بدلنا، سور کو بکری بنا کر نکلنا نہ ہو گا؟

المجتہد المومنین ص ۸۷ فاضل بریلوی اور امجد ص ۲۹۵

علامہ عبدالحکیم شرف تادری لکھتے ہیں۔

"پہلی جنگ عظیم کے بعد تقریباً ۱۹۱۹ء میں ترکوں پر انگریزوں کے مظالم کے خلاف ہندوستان میں تحریک خلافت کا آغاز ہوا۔ یہ تحریک طوفان کی طرح پورے ملک میں پھیل گئی اور پچھرا انگریز حکمرانوں کے خلاف نفرت و عداوت کا شعلہ جوالہ بن گیا۔ اس ہمہ گیر نفرت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسٹر گاندھی نے ۱۹۲۰ء میں کانگریس کی طرف سے نان کو آپریشن یعنی ترک معاملات کا اعلان کر دیا۔ جسے ترک موالات کا نام دیا گیا۔

موالات کے معنی ہیں محبت و دوستی، ترک موالات کا معنی ہوا کہ محبت اور دوستی چھوڑ دی جائے۔ کس سے؟ اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک مسلمان کے دل میں کسی کافر کی محبت نہیں سما سکتی خواہ وہ انگریز ہو یا ہندو۔ البتہ معاملہ یعنی لین دین، خرید و فروخت مرند کے علاوہ کسی کافر سے بھی کیا جاسکتا ہے۔ قرآن و حدیث اور ائمہ فقہاء کے ارشادات کی روشنی میں دیکھا جائے تو موالات اور معاملہ دو الگ الگ چیزیں دکھائی دیں گی۔ کسی تحریک کی وجہ چل نکلتی ہے تو عوام و خاص، جوش و خروش اور نعروں کی گونج میں جذبات کما س حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ عقل و دانائی کی باتیں سننے کے بھی روادار نہیں رہتے اور جو انہیں بھلائی اور خیر خواہی کا مشورہ دے اسے بھی شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہی کچھ اس تحریک میں بھی ہوا۔

آپ مزید لکھتے ہیں کہ "کسی قوم کے زندہ رہنے کے لئے اس کے قومی تشخص کا باقی رہنا انہیں ضروری ہوتا ہے۔ ہندوؤں کے لیڈر مسٹر گاندھی نے مسلمانوں کو ایسا چکر دیا کہ عوام تو عوام تعلیم یافتہ لوگ بھی اس کے گردیدہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ اسلامی تشخص تک قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس قومی خود کشی کی لرزہ خیز صورت بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں۔

"(آیت) کریمہ لا یصلحکم نے کچھ نیک برتاؤ، مالی مواسات ہی کی تو رخصت دی ہے۔ یا یہ فرمایا انہیں اپنا انصار بناؤ۔ ان کے گھر سے یا رخا رہو جاؤ۔ ان کے طاغوت رگاندھی کو اپنے دین کا امام ٹھہرا ان کی جے پکار دو۔ ان کی جملہ کے نعرے مارو۔ انہیں مساجد میں باد و تغلیم پہنچا کر، مسند مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر بٹھا کر، مسلمانوں سے اونچا اٹھا کر داعظ و ہادی مسلمین بناؤ۔ ان کے مردار (جیفہ) اٹھاؤ۔ کدھے پر ٹنگی (رمیت) زبان پر بٹھے یوں مر گھٹ میں پہنچاؤ۔

مساجد کو ان کی ماتم کدہ بناؤ۔۔۔۔۔ ان کے لئے دعائے مغفرت اور نماز جنازہ کے اعلان کراؤ۔
 ان کی موت پر بازار بند کرو۔۔۔۔۔ سوگ سناؤ۔۔۔۔۔ ان سے اپنے ماتھے
 پر قشعے لگواؤ۔۔۔۔۔ ان کی خوشی کو شعائر اسلام (رنگائے کی قربانی) بند کراؤ۔۔۔۔۔ گھٹے کا
 گوشت کھانا گناہ ٹھہراؤ۔ کھانے والوں کو کینہ بناؤ اسے مثل سور کے گناؤ۔۔۔۔۔ خدا کی قسم کی
 جگر رام دو ہائی گاؤ۔۔۔۔۔ واحد قہار کے اسماء میں الحاد رچاؤ۔۔۔۔۔ اے معاذ اللہ
 رام یعنی ہر چیز میں رہا ہوا۔۔۔۔۔ ہر شے میں قول کیا ہوا ٹھہراؤ۔۔۔۔۔ قرآن مجید کو رامائن
 کے ساتھ ایک ڈولے میں رکھ کر مندر میں لے جاؤ۔۔۔۔۔ دونوں کی پوجا کراؤ۔۔۔۔۔
 ان کے سرغذہ (گناہی) کو کہو کہ خدا نے ان کو تمہارے پاس مذکر بنا کر بھیجا ہے یوں معنی نبوت جھاؤ
 اللہ عزوجل نے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی تو فرمایا امانت مذکر رحم تو نہیں
 مگر مذکر اور خدا نے مذکر بنا کر بھیجا ہے اس نے معنی رسالت کا پورا نقشہ کھینچ دیا۔ ہاں لفظ بچایا اُسے
 یوں دکھایا نبوت ختم نہ ہوتی تو گناہی جی نبی ہوتے۔۔۔۔۔ اور امام و پیشوا بچائے مہدی و
 موعود تو صاف کہہ دیا۔۔۔۔۔ بلکہ اس حد میں یہاں تک اپنے اڑنے خاموشی اڑھانے تو حد
 نشانے تست۔۔۔۔۔ صاف کہہ دیا آج اگر تم نے ہندو بھائیوں کو راضی کر لیا تو اپنے خدا
 کو راضی کر لیا۔ (مولانا شوکت علی نے دہلی کی جامع مسجد میں کہا تھا۔ زبانی جسے پکارتے سے کچھ
 نہیں ہوتا۔ اگر تم ہندو بھائیوں کو راضی کر دے تو خدا کو راضی کر دے) صاف کہہ دیا ہم اپنا مذہب
 بنانے کی فکر میں ہیں جو ہندو مسلم کا امتیاز اٹھا دے گا۔ صاف کہہ دیا ہم ایسا مذہب چاہتے ہیں جو
 سنگم و پریاگ کو مقدس علامت ٹھہرائے گا۔ صاف کہہ دیا ہم نے قرآن و حدیث کی تمام عمریت
 پرستی پر تباہ کردی کیا (آیت) کریمہ لا یخضعکم میں ان الغویات و کفریات کی اجازت دی تھی
 امام احمد رضا بریلوی بحیثیت اسلامی منکر ہاشمہ ضیائے حرم ص ۳۳۱

تحریک ہجرت

۱۹۳۰ء ابوالکلام آزاد نے یہ راگ الاپا کہ چونکہ برطانوی حکومت انور کے حقوق کا تحفظ کرنے
 میں ناکام رہی ہے۔ نیز یہاں برصغیر میں ہر وقت فتنہ فساد کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اس

اچھے برصغیر پاک و ہند دارطرب ہے۔ جس میں دیندار مسلمان کے لئے رہنا مناسب نہیں۔
 ہذا مسلمانوں کو دارالسلام کی طرف ہجرت کرنی چاہیے۔ کانگریسی علما نے بطور خاص اس بات پر زور
 دیا کہ مسلمانوں کا مذہبی فریضہ ہے کہ وہ برصغیر کو چھوڑ دیں۔ اور ایسے ملک میں جا رہیں جہاں ان کا
 مذہب محفوظ ہو۔

پروفیسر احمد سعید لکھتے ہیں کہ

مولانا عبدالیاری ندوی نے ہجرت کے متعلق جو اعلان کیا وہ اخبار خلافت یکم مئی ۱۹۳۰ء
 سے نقل کیا جاتا ہے۔

”ہجرت سے متعلق یہ عرض کرتا ہوں کہ وہ تمام مسلمان جو اپنے ضمیر (قلب ایمان) کو مطمئن
 نہیں کر سکتے وہ اب اسلام کے احکام کے متعلق عمل پیرا ہوں وہ اس ملک سے ہجرت کر کے ایسے
 مقام پر چلے جائیں جہاں اسلام کی خدمت انجام دینا اور اسلامی قوانین کے مطابق عمل کرنا بہتر
 طریق پر ممکن ہو“ (صحفہ تحریک پاکستان)

اس کے بعد کیا ہوا ہزاروں سادہ لوح مسلمان مذہبی جوش و خروش میں افغانستان کو
 جانے لگے۔ پروفیسر عبداللہ ملک لکھتے ہیں کہ تحریک ہجرت میں مذہبی جوش میں ہزاروں سادہ لوح مسلمان
 برصغیر میں اپنا سب کچھ کوڑیوں کے مول بیچ کر افغانستان کی جانب روانہ ہوئے چنانچہ پنجاب سندھ
 اور سرحد کے صوبوں سے تقریباً اٹھارہ ہزار مسلمانوں نے اپنے وطن کو چھوڑ کر نزدیک ترین اسلامی
 ملک افغانستان کی طرف ہجرت کی، بھولے بھالے مذہب کے دلدادہ مسلمان اور تحریک ہجرت کی
 اعانت کرنے والے علمائین الاقوامی حالات اور پابندیوں سے ناواقف تھے اس لئے مہاجرین کے
 رہیے افغانستان کی سرحد پر روک دیئے گئے مہاجرین کو سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑا چند افراد
 کسی نہ کسی طرح بیرون ممالک نکل گئے۔ لیکن اکثریت کو واپس لوٹنا پڑا اس افزائے اور بیچارگی و
 پریشان حالی میں ہزاروں قیمتی جانیں تباہ ہو گئیں۔ (تحریک پاکستان ۱۹۳۰ء)

مولانا ابوالکلام آزاد اور دیگر کانگریسی اور ندوی علما کے اس احمقانہ فیصلے کا نتیجہ یہ نکلا کہ

پاک و ہند کے بہت سے مسلمان خاندان تباہ و برباد ہو گئے۔ ہندو بنیئے نے ان کی جائیدادیں
 کوڑی کے مول خریدیں۔ پھر جب یہ بیچارے لٹے پٹے مصائب و آلام کے مارے واپس لوٹے تو

ہندو بیٹے نے روایتی مکاری سے کام لیتے ہوئے ان کی جائیدادیں واپس کرنے سے حسرت انکار کر دیا۔

ایک غیر سرکاری اندازے کے مطابق پانچ سے بیس لاکھ تک مسلمان ایک تحریک سے متاثر ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ ابوالکلام آزاد جیسے کئی نیم ملاؤں نے دین و مذہب کی آڑ میں انتہائی غیر دانشمندانہ فیصلے کئے۔ جس کا خبیانہ ہرجا رے سادہ اور غریب مسلمانوں کو بلکہ ان کی نسلیں تک کو بھگتنا پڑا۔ اب حقیقت میں ہندوستان دارالحرب نہیں بلکہ دارالسلام تھا اور آزادی کی تحریک اس علاقہ میں رہ کر چلائی جاسکتی تھی۔ اس بناء پر امام احمد رضا نے ۱۲۹۸ بمطابق ۱۸۸۰ میں ہی ہندوستان کے دارالسلام ہونے کا فتویٰ ارشاد فرما دیا تھا اور اس کا نام اعلام الاحلام بان ہندوستان دارالسلام رکھا امام احمد رضا علیہ الرحمہ اس رسالہ میں فرماتے ہیں۔

”ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ علمائے شمس رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مذہب پر ہندوستان دارالسلام ہے ہرگز دارالحرب نہیں۔“ ص ۱۔ اس کے بعد امام رضا علیہ الرحمہ دارالحرب ہونے جانے میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرائط کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”دارالحرب ہو جانے میں جو تین باتیں ہمارے امام اعظم امام الاثر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک درکار ہیں۔ ان میں ایک یہ ہے کہ دہاں احکام شرک اعلانیہ جاری ہوا اور شریعت اسلامیہ کے احکام و شعائر مطلق جاری نہ ہونے پائیں اور صاحبین کے نزدیک اسی قدر کافی ہے۔ مگر یہ بات بھگت اللہ یہاں قطعاً موجود نہیں۔ اہل اسلام (ہند میں) جمعہ و عیدین و اذان و اقامت و نماز باجماعت وغیرہ یا شعائر شریعت بغیر مزاحمت علی الاعلان ادا کرتے ہیں۔ فرائض نکاح برضا، طلاق، عدۃ، رجعت، مہر، طلع، نفقات، حضانت، نسب، ہیہ، وقف و وصیت، شفعہ وغیرہ یا بہت معاملات مسلمین ہماری شریعت سے ابیضا کی بنا پر فیصلہ ہوتے ہیں۔“ ص ۲۔

اس کے بعد ہند کو دارالحرب قرار دینے والوں پر تنقید کرتے ہوئے ان کے اصل عزائم کو بے نقاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”الحاصل ہندوستان کے دارالسلام ہونے میں شک نہیں عجب اُن سے جو تحلیل ربوا

(سود) کے لئے جس کی حرمت نصوص قطعیه قرآنیہ سے ثابت اور کیسی کیسی سخت وعیدیں اُن پر وارد اس ملک کو دارالحرب بڑائیں اور باوجود قدرت و استطاعت ہجرت کا خیال بھی دل میں نہ لائیں گویا یہ بلاد اس دن کے لئے دارالحرب ہوئے تھے۔ کہ مزے سے سود کے لطف اڑائیں اور باآدم تمام وطن مالوت میں بسر فرمائیے“ ص ۱۔ علامہ عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں

”تحریک ترک معاملات کے زمانے میں ایک تحریک یہ بھی اٹھی کہ مسلمانوں کو ہندوستان سے ہجرت کرنا چاہیے۔ علامہ اہل سنت نے اس کی سختی سے مخالفت کی۔ جو لوگ ہندوؤں کی چال کو نہ سمجھ سکے ان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے۔“ امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے فرمایا۔

”رہا دارالسلام، اس سے ہجرت عامہ حرام ہے اور اس میں مساجد کی دیرانی و ہجرتی، قبور مسلمین کی بربادی، عورتوں بچوں اور ضعیفوں کی تباہی ہوگی۔“ اور پھر یہی کچھ ہوا جس کی پیش گوئی امام احمد رضا کی بصیرت افزا اور مدبرانہ فراست نے پہلے کردی تھی۔ ص ۳۔ رضیائے حرم،

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی مومنانہ فراست

امام احمد رضا نے اپنے رسالہ الحجۃ المومنین میں ان تحریک کے منفی اثرات کا جن پہلوؤں سے جائزہ لیا۔ اس کی تفصیل بتاتے ہوئے۔ ڈاکٹر محمد سعود احمد لکھتے ہیں

ڈاکٹر محمد سعود احمد لکھتے ہیں۔

”فاضل بریلوی علیہ الرحمہ مسئلے کے تاریخی پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے بعض تائیدین کی کوتاہ اندیشی اور خود غرضی کی ایک مثال بیان فرماتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ بعض تائیدین نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر مسلمانوں کو افغانستان ہجرت کر جانے پر اکسایا تھا بہت سے لوگ اس

طرح برپا ہوئے مگر قائدین و محرکین ہجرت ابوالکلام آزاد وغیرہ) میں کوئی نہ سرکا اس بیوفائی کا ذکر کرتے ہوئے فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

”ہجرت کا غل چایا اور اپنے آپ ایک نہ ہرکا۔ جو ابھارنے میں آگئے ان مصیبت زدوں پر جو گزری، گزری۔ یہ سب (قائدین) اپنے جو رو بچوں میں چین سے رہے بسترانگانہ پھیل گئی اور ترک تعاون کیا۔ کسی لیڈر کے پاس زمینداری یا کسی قسم کی تجارت نہیں نہ ان کا کوئی انگریزی یا ریاست میں ملازم ہے پھر انہیں کیوں نہیں چھوڑتے کیا واحد قہار نے نہ فرمایا۔“

لہم تقولون مالا تفعلون ؟

فاضل بریلوی ترک موالات کے مذہبی، تاریخی اور سیاسی پہلوؤں پر روشنی ڈالتے کے بعد اس کے معاشی اور اقتصادی پہلو بھی اجاگر فرماتے ہیں۔ چنانچہ ترک موالات کے نتیجے میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان جو اقتصادی عدم توازن متوجع تھا اس کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔

”اگر سب مسلمان زمینداریاں، تجارتیں، نوکریاں، تمام تعلقات یکسر چھوڑ دیں تو کیا تمہارے جگر خیر خواہ جملہ ہندو بھی ایسا ہی کریں گے اور تمہاری طرح نرے ننگے بھوکے رہ جائیں گے۔“

حاشا ہرگز نہیں، زمیندار نہیں اور جو دعویٰ کرے اس سے بڑھ کر کاذب نہیں، انکار نہیں سچے ہو تو مواد نہ دکھاؤ کہ اگر ایک مسلمان نے ترک کی ہو تو ادھر پچاس ہندوؤں نے نوکری تجارت، زمینداری چھوڑی ہو کہ یہاں مالی نسبت اتنی یا اس سے بھی کم ہے اگر نہیں دکھا سکتے تو کھل گیا کہ

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا۔“

ڈاکٹر محمد سعید لکھتے ہیں۔

اقتصادی اور معاشی جائزے کے بعد فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نفسیاتی تجزیہ بھی فرماتے ہیں اور اس سلسلہ میں وہ راز ہائے پنہانی دانشکاف فرماتے ہیں کہ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

”آداب تمہیں قرآن عظیم کی تصدیق دکھائیں۔ اور ان کی طرف سے اس میل اور میل کا راز بتائیں۔“

دشمن اپنے آپ کے لئے تین باتیں چاہتا ہے۔

۱۔ اولے :- اس کی موت کا جھگڑا ہی ختم ہو جائے۔

۲۔ دوم :- یہ نہ ہو تو اس کی راپنی موت یعنی مسلمان کی (جلا وطنی کو اپنے پاس نہ رہے۔

۳۔ سوم :- یہ بھی نہ ہو سکے تو اخیر درجہ اس کی بے پری کہ عاجزی کر رہے مخالف نے

یہ درجے ان پر طے کر دیئے اور ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں خیر خواہ ہی سمجھے جاسکتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔

اولاً جہاد کے اشارے ہوئے اس کا کھلا نتیجہ ہندوستان کے مسلمانوں کا فنا ہونا تھا۔

ثانیاً جب یہ نہ بنی۔ ہجرت کا بھرا خیر، کہ کس طرح یہ دفع ہوں ملک ہماری کبڑیاں کھیلنے

کورہ جائے یہ اپنی جائیدادیں کوڑیوں کے مول بچیں یا یوں ہی چھوڑ جائیں۔ بہر حال ہمارے

رہندہ ڈال کے ماتھے آئیں۔ ان کی مساجد، مزارات اولیاء ہماری پامالی کورہ جائیں۔“

ثالثاً جب یہ بھی نہ بھی تو ترک موالات کا جھوٹا حیلہ کر کے ترک معاملات پر ابھارا

کہ نوکریاں چھوڑ دو کسی کونسل کیٹی میں داخل نہ ہو۔ مال گزاری ٹیکس کچھ نہ دو خطابات واپس کر

دو امر خیر تو صرف اس لئے ہے کہ ظاہر نام کا دنیاوی اعزاز بھی کسی مسلمان کے لئے نہ رہے اور

پہلے تین اس لئے کہ ہر صیغہ اور محکمہ میں صرف ہندو رہ جائیں۔“

”الحجۃ المتوتمنہ“ ص ۲۹۹۔

فاضل بریلوی اور ترک موالات ص ۶ تا ص ۷

آج تاریخ کا طالب علم جب ان تحریک کے حقائق سے آگاہ ہوتا ہے تو کانگریس

اور نیشنلسٹ علماء اور سیاست دانوں کی کور مغزی، بے بصری اور حماقت پر خون کے آنسو

ہے۔ باخدا اگر امام احمد رضا فاضل بریلوی جیسی مدبر اور دور اندیش شخصیت مسلمانان ہند

رہنما نہ کرتی تو برصغیر میں دو قومی نظریہ کی فتح ناممکن تھی۔ یہ آپ ہی کی فکری اور نظریاتی راہ

کا نتیجہ تھا کہ اقبال نے دو قومی نظریہ کو واضح طور پر مسلمانان برصغیر کے سامنے پیش کیا۔ تحریک

کے بارے میں قائد اعظم محمد علی جناح کے خیالات امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے نظریات سے

ہم آہنگ تھے۔

تحریک ہجرت کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے قائد اعظم نے فرمایا۔

ڈاکٹر سید مطلوب حسین امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی بصیرت اور دینی حمیت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

”حقیقت یہ ہے کہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ انگریزوں سے بیزار تھے۔ ان کی حکومت ان کی سیاست، ان کی عدالت، ان کی تہذیب و تمدن ان کی زبان عرض کہ ان کی ہر ادا اور ہر چیز سے بیزار تھے۔ ان کا پیکمان کا گھر صبغت اللہ کا منظر تھا۔ جبکہ ان کے مخالفین کے گھر انگریزی تہذیب و تمدن کا نمونہ بنے تھے!“

تحریک خلافت کے بارے میں امام احمد رضاؒ کے صحیح اور اصولی موقف کے بارے میں ڈاکٹر سید مطلوب حسین لکھتے ہیں۔

”اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اصل مخالفت کا سبب تحریک خلافت کے دوران ان کا رویہ تھا۔ اگرچہ اس دور کے مسلمان تحریک خلافت کے لئے مخلص تھے۔ مگر وہ سادہ لوح مسلمان ہندو کی سیاست کو نہیں سمجھ سکے بظاہر یہ تحریک مذہبی تھی مگر اس کے اسباب خالص سیاسی تھے۔ اس تحریک کے پردے میں ہندو دو گونہ قائد اٹھا رہے تھے۔ ایک طرف وہ خود کو

مسلمانوں کا ہمدرد اور یہی خواہ ظاہر کر رہے تھے۔ اور دوسری طرف ان ہی کی تائید و حمایت سے ہندوستان کی مطلق آزادی کی جدوجہد کر رہے تھے۔ امام احمد رضاؒ خان نہ تو اس سیاسی دورنگی کے قائل اور نہ ہی سیاسی مصلحتوں کی خاطر مذہب کو قربان کرنے کے لئے تیار تھے۔ لیکن ان کے مخالفین نے تحریک خلافت سے ان کی مخالفت کو خوب ہوا دی۔ اور بات بہتان تراشی تک جا پہنچی تحریک خلافت کو اگر تاریخی تناظر میں دیکھا جائے۔ تو یہ بات کھل کر سامنے آجائے گی کہ اعلیٰ حضرت کا فیصلہ کتنا معقول مناسب اور حقیقت پسندانہ تھا۔ ترکی کی تاریخ میں نارتھ ٹیپٹنیز محمد ثانی، سلیم اول سلیمان پر شکوہ جیسے متعدد سلاطین گزرے لیکن انیسویں صدی عیسوی کے اوائل اور بیسویں صدی کے اوائل میں جب سلطنت ترکی زوال پذیر ہو کر یورپ کا مرد بیمار کھلانے لگی تو وہاں کے عوام نے حکومت کے خلاف ”تحریک جوانان ترک“ کا آغاز کیا اور ملک میں جمہوری نظام کے لئے جدوجہد شروع کی سلطان عبدالحمید ایک کمزور حکمران تھا۔ نہ تو وہ اس دور کے سیاسی حالات میں یورپی طاقتوں کا سامنا کر سکتا تھا اور نہ ہی وہ اپنے عوام کو مطمئن کر سکتا تھا۔ نتیجتاً اس نے اپنی حیثیت مضبوط کرنے کے لئے مذہب کی پناہ تلاش کی اور حرمین شریفین کے پاسبان ہونے کے نام پر خود کو خلیفۃ المسلمین قرار دیا۔ سادہ لوح ہندی مسلم اتنی بات نہ سمجھ سکے کہ جو شخص اپنے ملک میں غیر مقبول ہو اسے دور دراز سے اس طرح مدد بہم پہنچائی جاسکتی ہے۔ ترکی کے عوام اس خیال کو خوب سمجھتے تھے۔ انہوں نے اپنی تحریک کو تیز کر دیا اور مختصر عرصے میں انا تارک کال نے ۱۹۲۲ء میں سلطان ترکی کو معزول کر کے ملک بدر کر دیا اور عالمی سیاست بیکار رہ گئی۔ اس کے بعد ہندوستان میں تحریک خلافت کا جو حشر ہوا اس کا سب کو علم ہے۔

یہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخی بصیرت تھی کہ اس نے انقلاب ترکی کا ادراک بہت سے پہلے کر لیا تھا۔ اس لئے اگر وہ اس تحریک سے الگ رہے تو اس میں کیا بُرائی تھی؟ جس طرح تحریک خلافت میں امام احمد رضاؒ کو اصولی اختلاف تھا۔ اور یہی اختلاف ان کی سخت مخالفت کا سبب بنا۔

یہ تحریک ۱۹۲۰ء میں مسٹر گاندھی نے شروع کی جس کا مقصد حکومت برطانیہ سے عدم اعتماد تھا۔ اس میں ہندو نواز مسلم اکابرین نے اپنے ماضی کے تجربات و مشاہدات سے قطع نظر کر کے

اہل ہندو کے آگے دوستی اور محبت کا ہاتھ بڑھایا تھا کہ انہیں اپنا تادمہ اور راہنما تسلیم کر لیا۔
امام احمد رضا کو اس سیاسی طرز عمل سے سخت اختلاف تھا کیونکہ وہ اس کے لئے ہرگز تیار نہ
تھے کہ انگریزی غلامی کا طوق اتار کر ہندوؤں کی غلامی قبول کر لیتے اور اقتدار ان کے ہاتھ میں سونپ
کر ان کو مسلمانوں کی قسمت کا مالک بنا دیتے قوم پرست مسلمانوں کو ہندوؤں کے اخلاص کی نیت
پر یقین تھا لیکن امام احمد رضا ان کی نیتوں کو خوب سمجھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے خود کو اس
تحریک سے بھی الگ رکھا۔ لیکن اعلیٰ حضرت کے مخالفین نے اس بات کو شہرت دی کہ انہوں
نے انگریزوں سے پیسہ کھا کر ترک موالات کے خلاف فتویٰ تحریر کیا جو انگریزوں کے ایمان سے
لاکھوں کی تعداد میں چھپو اگر تقسیم کیا گیا۔

ڈاکٹر سید مطلوب اس بہتان تراشی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

”یہ سراسر کذب و اختراع ہے۔ کیونکہ اتنی تعداد میں فتویٰ کی کاپیاں چھپنے اور تقسیم
ہونے کے باوجود ان کے مخالفین ایک نقل بھی فراہم نہ کر سکے۔“

حقیقت یہ ہے کہ غیر تقسیم ہندوستان میں ہندو ہمیشہ اکثریت میں رہے۔ باوجود
برسر اقتدار رہنے کے مسلمان ہمیشہ اقلیت میں رہے۔ اقلیت کو اکثریت سے ہمیشہ خطرات
ہوتے ہیں۔ شہنشاہ اکبر کے دور میں اگرچہ اقتدار مسلمانوں کے پاس تھا لیکن ہندو اپنی سیاسی
حکمت عملی سے اقتدار میں اس طور پر داخل ہو گئے کہ خود اسلام خطرے میں پڑ گیا۔ اس لئے
اعلیٰ حضرت کے زمانے میں بھی مسلمانوں کو انگریزوں سے زیادہ ہندوؤں سے خطرہ تھا۔ یہی وجہ
ہے کہ وہ ہندو سے کسی قسم کے روابط کے قائل نہ تھے۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں کی سیاسی
بصیرت تحریر ڈاکٹر سید مطلوب حسین روزنامہ جنگ، ۷ نومبر راولپنڈی)

پروفیسر کرم حیدری امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی دینی اور سیاسی خدمات کو خراج تحسین
پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”حضرت امام احمد رضا بریلویؒ کی بہت بڑی دینی خدمت یہ ہے کہ انہوں نے امت
کی آنکھوں پر پڑے ہوئے پردوں کو ہٹانے کی کوششوں میں اپنی زندگی صرف کی اور خدا
کے فضل و کرم سے وہ امت کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ سے آگاہ کرنے میں

بڑی حد تک کامیاب ہوئے۔“ آپ لکھتے ہیں: ”جہاں تک میں نے امام رضا رحمۃ اللہ علیہ کی
شخصیت اور ان کے قول و فعل کا مطالعہ کیا ہے مجھے اس حقیقت کا کلیتہً اعتراف ہے
کہ انہوں نے اپنے آپ کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات تک پہنچا دیا تھا۔ اور نہ صرف
پہنچا دیا تھا بلکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کا ایک کامل نمونہ بن گئے تھے۔ امام
احمد رضا علیہ الرحمہ کے سیاسی تدبیر کے بارے میں پروفیسر کرم حیدری لکھتے ہیں۔

”حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے بعض سیاسی فیصلے بھی ایسے کئے جن میں بصیرت نبوی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی راہنمائی کی ان میں ایک فیصلہ تحریک ترک موالات کے بارے
میں تھا چونکہ اس تحریک کے راہنما ہندو لیڈر تھے لہذا ۱۹۲۰ء میں انہوں نے ایک رسالہ تحریر
کیا جس میں کفار و مشرکین سے اختلاط اور ان کے سیاسی اتحاد کے خطرناک نتائج کا بیان ہے
ان کے معتقدین نے ”جماعت رضاؒ مصطفیٰ قائم کی جس کا دوسرا نام جمہوریت اسلامیہ
مرکز یہ رکھا گیا۔ اس ”جماعت رضاؒ مصطفیٰ“ نے ہندو مسلم اتحاد و اختلاط کے خلاف کام کیا۔
بعد کے سیاسی واقعات نے ثابت کر دیا کہ جمیعت العلمائے اسلام جو مولانا ابوالکلام کے تابع و پیروں
تھی اس کی سیاسی حکمت عملی مسلمانان برصغیر کے مفادات کے خلاف تھی جبکہ امام احمد رضاؒ نے
جو سیاسی مسلک اختیار کیا تھا وہ درست تھا اور امت کے مفاد میں تھا۔“

(حوالہ پروانہ شمع رسالت، پروفیسر کرم حیدری، روزنامہ جنگ، ۷ نومبر ۱۹۶۷ء)

امام احمد رضا خاں

بحیثیت ماہر معیشت

برطانوی سامراج کے تسلط کے بعد مسلمان برصغیر سیاسی اور اقتصادی طور پر مکمل مفلوج ہو چکے تھے۔ عام تو عام عوام بھی تباہ و برباد ہو گئے۔ خواہ ان کا تعلق خاندانہ مغلیہ سے تھا یا کسی اور شریف خاندان سے۔

ایک مغربی مورخ ڈاکٹر ہنٹر اپنی کتاب ”اور انڈین مسلمانز“ میں لکھتا ہے کہ ”آج سے ایک سو ستر سال قبل ایک عالی نسب مسلمان کے لئے ناممکن تھا کہ وہ عزت کا شکار ہو۔ لیکن آج اس کے لئے ناممکن ہے کہ وہ خوشحال رہے۔ حکومت کا کوئی دفتر ایسا نہیں جس میں ایک مسلمان کو تھلی، چپڑاسی یا دفتری سے اوپر کسی عہدے کی توقع ہو سکے؟“

ہنٹر ایک اور مقام پر لکھتا ہے۔

”حقیقت حال یہ ہے کہ جب ملک ہمارے قبضہ و اختیار میں آیا تو مسلمان ایک برتر قوم تھی۔ وہ صرف ذہنی اور جسمانی لحاظ سے ہی برتر نہ تھی بلکہ سیاسی تنظیم اور فن حکمرانی میں بھی ذریعہ تھی۔ لیکن آج مسلمانوں پر سرکاری ملازمتوں پر فوقیت اور غیر سرکاری پیشوں کے اعلیٰ مقام کے تمام دروازے بند ہیں۔“ (عبداللہ ملک تاریخ پاکستان ص ۱۱۹)

مسلمانوں کو سرکاری ملازمتوں سے قصداً محروم رکھنے کے بارے میں ڈبلیو ہنٹر لکھتا ہے کہ۔
”مسلمان اس حد تک ذلت کے گڑھے میں گر چکے ہیں کہ وہ سرکاری ملازمتوں کے حقدار ہونے کے باوجود سرکاری اعلان کے ذریعے ان سے معذرت رکھے جاتے۔ ان کی قابل رحم حالت پر توجہ نہیں دی جاتی بلکہ اعلیٰ سرکاری حکام ان کا وجود تسلیم کرنے کے لئے بھی تیار نہیں تھے۔“

مسلمانوں کی آزادانہ پیشوں سے بیداری کے بارے میں ڈبلیو ہنٹر لکھتا ہے کہ۔

”چند سال پہلے دکن تقریباً سرفیض مسلمان ہوتے تھے۔ ۱۸۳۸ میں مسلمان دکن کی تعداد

غیر مسلم وکلاء کی تعداد سے نصف تھی۔ یہ صورت حال ۱۸۵۱ء تک موجود رہی۔ ۱۸۵۱ء میں وکلاء کو لائسنس جاری کرنے سے پہلے مختلف ٹیسٹ لئے جاتے تھے۔ چنانچہ نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۸۵۲ء سے ۱۸۶۸ء تک جن میں ۲۴۰ وکلاء کو لائسنس جاری کئے گئے ان میں ۳۹۹ اور صرف ایک مسلمان تھا۔ طب کا پیشہ بہت معزز پیشہ تصور کیا جاتا تھا لیکن کمپنی کے دور اقتدار کے دوران مسلمان طبیب خال خال پائے جاتے تھے۔ بلکہ عام طور پر ہندو ڈاکٹروں نے مسلمان اطباء کی جگہ لی تھی۔

(تاریخ پاکستان ۱۲۲) عبداللہ ملک

۱۸۶۸ء تک تو ہند میں اسلامی برادری کی معاشی بد حالی اور اقتصادی کمپرسی کی یہ حالت تھی۔ اس دوران مولانا الطاف حسین حالی اور سر سید احمد خان کی مساعی سے مسلمان ہند کے سیاسی شعور میں بیداری کی ایک لہر اٹھی۔ ۱۸۸۵ء میں کانگریس کے قیام سے اور اس کے بعد کانگریس کی منفی سرگرمیوں نے برصغیر کے مسلمانوں کو اپنے اجتماعی مفادات اور حقوق کے تحفظ کے لئے ایک علیحدہ سیاسی تحریک و تنظیم کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ ۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ء کو مسلم لیگ کے نام سے مسلمانوں کی نمائندہ سیاسی جماعت قائم کی گئی۔ لیکن اس خطہ کے مسلمانوں کی معاشی اصلاح و ترقی کا مسئلہ وہیں پر تھا۔ سیاست دان یہ سمجھتے تھے کہ جب تک کانگریز سے مکمل طور پر سیاسی آزادی نہیں ملے گی۔ ہم معاشی و اقتصادی طور پر ترقی و استحکام حاصل کرنے سے محروم رہیں گے۔

برصغیر کے مسلمانوں کی مالی و معاشی ترقی کا مسئلہ مزید پیچیدہ تھا۔ کیونکہ اس کو کانگریز کے ساتھ ساتھ ہندو بننے سے بھی پٹنا تھا۔ اب مشکل یہ تھی کہ سیاسی آزادی کے حصول سے پہلے مسلمان برصغیر ہند و اور انگریز کے معاشی دلدل سے کس طرح نکلیں اور ان شعبوں میں کس طرح ترقی و استحکام حاصل کریں۔ چنانچہ اس انتہائی پیچیدہ اور مشکل مسئلے کا انتہائی مؤثر اور جامع چارنکائی حل مجدد اسلام امام احمد رضا علیہ الرحمۃ تھے ۱۹۱۲ء میں مسلمان ہند کے سامنے پیش کیا۔

۱۔ ماسوائے ان امور کے جن میں حکومت کی دخل اندازی ہے اپنے معاملات یا ہم فیصل کریں۔ کہ کروڑوں روپے مقدمہ بازی میں نہ اڑیں۔

۲۔ مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے نہ خریدیں۔

۳۔ بمبئی، کلکتہ، رانگون، مدراس اور حیدرآباد کے توکانگر مسلمان اپنے بھائیوں کے لئے

بنک کھولیں۔

۴۔ علم دین کی ترویج و اشاعت کریں۔

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے یہ چارنکائی نازمولاً "تدبیر نلاح و نجات و اصلاح" کے نام سے پیش کیا۔

امام احمد رضا چاہتے تھے کہ مسلمان ان تمام معاملات و مسائل راجح میں حکومت کی دلالت لازمی تھی کے علاوہ باہمی جھگڑے یا مقدمہ بازی جیسے امور کا فیصلہ آپس میں مل بیٹھ کر کریں تاکہ لاکھوں ہزاروں روپے خواہ مخواہ ہندو و کیلوں اور انگریزی خزانہ میں جانے سے بچ جائیں اور وہی وقوم ان امور میں خیر ہو۔ اس سے مسلمان اپنی اقتصادی حالت کو مضبوط بنائیں۔ امام احمد رضا کے پیش کردہ نازمولاً کا دوسرا نکتہ بھی انتہائی اہمیت کا حامل تھا۔ آپ نے اس مختصر سے نکتہ میں ہند کے مسلمانوں کو اپنی معیشت و تجارت کو مضبوط کر کے کانگریز سے دور رکھ دیا۔ اگر اس فکر انگیز اور انقلابی نقطہ پر باقاعدہ منصوبہ بندی سے عمل کیا جاتا تو آج بھارت اور پاکستان کے علاوہ جنگلہ دیش میں بھی مسلمانوں کی معیشت و تجارت مکمل طور پر مستحکم ہوتی۔

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی تیسری تجویز سے یہ بات محسوس ہوتی ہے کہ آپ نے جدید معاشی نظریات کا مطالعہ بھی بڑی عمیق نظر سے کیا تھا۔ اور معاشی استحکام کے لئے یورپ کے نظریہ بنکاری نظام کی طرز پر آپ نے بمبئی، کلکتہ، رانگون، مدراس اور حیدرآباد کے امیر مسلمان تجارت کو دوسرے مسلمانوں کے لئے بنک کھولنے کی تجویز پیش کی۔ تاکہ مسلمان اپنی تجارت اور دیگر کاروباری امور میں ہندو یا انگریز کے دست نہ رہیں۔ اور وہ اپنے اسلامی بنک سے بلا سود قرضے اور امداد حاصل کر سکیں۔ اگر اس تجویز پر فوری عمل کیا جاتا تو یقیناً امام احمد رضا علیہ الرحمۃ بلا سود بنکاری کے نظام کی بنیاد قائم فرما دیتے۔ لیکن آپ کی اس نادر تجویز پر فوری عمل نہ کیا گیا۔ اور ۱۹۴۱ء میں بمبئی میں حبیب بنک قائم ہوا۔

آپ کی چوتھی تجویز یہ تھی کہ علم دین کی ترویج و اشاعت کریں اور یہ تجویز تمام تجویزوں پر بیماری تھی۔ اس حقیقت میں کوئی شک نہیں کہ دین اسلام کا علم ہی مسلمانوں کو ان کے علیحدہ شخص سے آشنا کرتا ہے۔ اسی علم سے مسلمان ہند کی ملی بقا و وابستہ تھی

تحریک پاکستان میں

امام احمد رضا کے خلفاء و تلامذہ کا

انقلابی کردار

اعلیٰ حضرت امام محمد احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی تحریک یہیں پر ختم نہیں ہوئی بلکہ ۱۹۲۱ء میں آپ کے دھماکے کے بعد آپ کے خلفاء تلامذہ اور مریدین نے اسے جاری و ساری رکھا۔ امام احمد رضا کے خلفاء جن میں عارف ربانی مولانا سید احمد اشرفی، کچھوچھوی، مولانا سید محمد اشرف بہاری، پروفیسر علی گڑھ، مجاہد ملت مولانا شاہ احمد مختار میرٹھی، حجت الاسلام علامہ حامد رضا خان قادری، صدر الفاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی، رئیس المحدثین مولانا سید محمد اشرفی کچھوچھوی، حضرت مولانا محمد یعقوب خان بلاسپوری کے نام شامل ہیں اور دیگر مشائخ برصغیر مشائخ اسلام سید غلام قطب الدین برہمپوری اشرفی، شیخ المشائخ مولانا سید محمد علی حسین اشرفی، شیخ الفقہاء مولانا عبد المجید آنولوی، امیر ملت حضرت سید جماعت علی محدث علی پوری زبدۃ الفقہاء حضرت عبد الحفیظ حقانی، حضرت مولانا محمد حسین اجیری مولانا سید فاضل کچھوچھوی مولانا حسین رام پوری اور حضرت مولانا محمد یونس عباسی نے مل کر اہل سنت کی ملک گیر سیاسی اور مذہبی تنظیم الجمعية العالمية المركزية یعنی آل انڈیائی کانفرنس کی بنیاد ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء میں رکھی۔ آل انڈیائی کانفرنس کا پہلا انتخابی اجلاس ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء کو مراد آباد میں منعقد ہوا جس میں تین سو علمائے کرام اور مشائخ عظام نے شرکت کی۔ یہ اجلاس چار روز جاری رہا اور ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء کو اختتام پذیر ہوا۔ آل انڈیائی کانفرنس کا دوسرا عظیم الشان اجلاس ۱۹۳۵ء میں بدایوں میں منعقد ہوا اس کے بعد آل انڈیائی کانفرنس کا تیسرا فقہیہ المسائل اجلاس پھونڈ قلعہ اٹاواہ میں ۱۱ فروری ۱۹۴۶ء میں منعقد ہوا۔ آل انڈیائی کانفرنس کا چوتھا تین روزہ اجلاس ۲۴ اپریل تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء کو بنارس میں منعقد ہوا جس میں دو ہزار علماء و مشائخ کے علاوہ لاکھوں کی تعداد میں عوام الناس نے شرکت کی۔ پانچویں عظیم الشان سنی کانفرنس مئی ۱۹۴۶ء کو شاہ جہاں پور

یوپی میں منعقد ہوئی۔ جبکہ ۲۰ مئی ۱۹۴۶ء کو پھچھوند میں پیرزادہ حضرت بشیر میاں صاحب غیر آبادی کی صدارت میں بھی منعقد ہوئی۔

ساتویں سنی کانفرنس مولانا شاہ غلام رسول قادری کی زیر صدارت کراچی میں منعقد ہوئی۔ آل انڈیا سنی کانفرنس نے علماء مشائخ اہل سنت کی قیادت میں ۲۱ سال کے دورانہ میں ۱۹۲۵ء سے ۱۹۴۶ء تک سات عظیم الشان سنی کانفرنس منعقد کر کے دو قومی نظریہ کی ترویج اشاعت کو تیز کر دیا۔ متحدہ قومیت اور اکھنڈ بھارت کا نظریہ رکھنے والے کانگریسی احراری اور دیوبندی علماء کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ۱۹۴۶ء میں قرارداد پاکستان منظور ہونے کے بعد برصغیر کے طول و عرض میں ہونے والی تمام سنی کانفرنسوں میں قیام پاکستان کی مکمل اور پُر زور حمایت کے ساتھ اس جدوجہد میں شریک ہو گئے۔

امام محمد احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے تمام خلفاء و تلامذہ اور مریدین کے علاوہ دیگر علماء و مشائخ اہل سنت نے تحریک پاکستان میں جس مجاہدانہ اور سرفروشانہ انداز میں بھرپور حصہ لیا اس کا اندازہ ہم آل انڈیا سنی کانفرنس کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی عظیم الشان سنی کانفرنسوں اور اجلاسوں میں پڑھ سکتے ہیں۔ انہی خطبات میں سے چند خطبات کے اقتباسات پیش خدمت ہیں۔

محمد جلال الدین قادری اپنی تصنیف ”خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس“ میں لکھتے ہیں۔

”کانگریسی وزارت کے خاتمے پر تمام اعلیٰ اہل پرپورے ملک میں یوم نجات منایا گیا۔ مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۴۷ء کو علی پور سیدال ضلع یا لکھنؤ میں ”یوم نجات“ کی تقریب میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے صدر امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ دو جھنڈے ہیں ایک اسلام کا دوسرا کفر کا مسلمانوں! تم کس جھنڈے کے نیچے کھڑے ہو گے؟ سب نے با آواز بلند کہا اسلام کے جھنڈے کے نیچے! پھر ارشاد فرمایا جو کفر کے جھنڈے کے نیچے کھڑے ہوں گے، ان میں سے اگر کوئی مر جائے گا تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھو گے؟ سب نے انکار کیا۔ پھر ————— دریافت فرمایا کیا تم مسلمانوں کے قبرستان میں اس کو دفن کر دو گے سب نے اقرار کیا نہیں ہرگز نہیں۔ پھر ارشاد فرمایا ————— اس وقت سیاسی میدان میں اسلامی

جھنڈا مسلم لیگ کا ہے۔ ہم بھی مسلم لیگ کے ساتھ ہیں اور سب مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہیے۔ (مہفت روزہ الفقیہ امرتسرہ جنوری ۱۹۴۷ء ص ۵)

بحوالہ خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس ص ۳۹

صدر جماعت استقبالیہ سنی کانفرنس پھچھوند حضرت مولانا سید مصباح الحسن علیہ الرحمہ نے ۱۹۴۷ء بمطابق ۸ ربیع الاول ۱۳۶۵ھ کو پھچھوند میں منعقدہ سنی کانفرنس کے خطبہ صدارت میں فرمایا۔

”عصر حاضرہ میں مسلمانان ہند کی سیاست نے ۱۹۴۷ء میں جو نئی کروٹ بدلی ہے اور مسئلہ پاکستان یعنی قیام حکومت اسلامیہ کا جو جذبہ عوام اور خواص میں پیدا ہو رہا ہے اسے ہمارے طبقہ علمائے اہل سنت نے یہی نہیں کہ دور بیٹھ کر صرف مطالعہ ہی کیا۔ بلکہ ہماری جماعت کے محترم علماء مجاہدانہ حیثیت سے از اول تا آخر اس جذبہ کے شرک دمئید بنے ہوئے ہیں اور ان کا جیسی جیسی ہندو جماعت کے مقابلے پر دس سال کے طویل زمانہ سے بے پناہ خدمات انجام دے کر کانگریس کی ہر تحریک کو مردہ کر چکے ہیں اپنی جماعت کے افراد کی خود نمائی مقصود نہیں۔ بلکہ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ صرف ہمارے طبقہ کے علماء و مشائخ ہیں جن کی مسلسل خدمت اور سعی سے مسلم لیگ اپنے مقاصد میں کامیاب نظر آ رہی ہے۔ وہ کونسا وقت ہے جس پر ہمارے افراد نے انتہائی قربانیاں نہیں فرمائیں۔ مرکزی اسمبلی کے حلقہ انتخاب میں کونسا رقبہ تھا جہاں ہمارے افراد نے کارنامے نمایاں انجام نہیں دیئے اور صوبہ جاتی انتخابی مہم میں بھی الحمد للہ صف اول میں موجود ہیں اور کانگریس حلقہ جات انتخابات میں شکست دینے کے لئے آل انڈیا سنی کانفرنس سے تعلق رکھنے والا ہر بزرگ اپنی نہایت بیش قیمت خدمات انجام دے رہا ہے پس ان حالات و خدمات سے ظاہر دیمیاں ہے کہ سنی کانفرنس پاکستان اور مسئلہ انتخاب میں الحمد للہ اپنا کام کر رہی ہے۔

خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس ص ۲۴۹ تا ص ۲۵۰

آل انڈیا سنی کانفرنس کا ایک چار روزہ تاریخ ساز اجلاس ۲۴ تا ۲۷ جمادی الاول بمطابق ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۷ء کو بنارس میں منعقد ہوا۔ جس میں دو ہزار مشائخ و علماء اور لاکھوں مسلمانوں نے شرکت کی اس تاریخی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے رئیس المحدثین حضرت

سید محمد محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔

..... ہماری کامیابی نظر آرہی ہے اب ہم زندگی کی آس لگانے میں حق بجانب ہیں اب آپ کی پاک نگاہی، پاک تدبیر، پاک تعلیمات ہم کو پاکستان عطا کر دیں گی۔

میرے دینی راہنماؤ! میں نے عرضداشت میں بھی ابھی ابھی پاکستان کا لفظ استعمال کیا ہے اور پہلے بھی کئی جگہ پاکستان کا لفظ آچکا ہے ملک میں اس لفظ کا استعمال روزمرہ بن گیا ہے۔ درود لیوا پر پاکستان زندہ باد اتحاد دین کی زبان میں پاکستان ہمارا حق ہے۔ نغردوں کی گونج میں پاکستان لے کے رہیں گے خائفانہ ہوں میں یا زاروں میں ویرانوں میں لفظ پاکستان بہار رہا ہے۔ اس لفظ کو پنجاب کا یونیٹسٹ بیڈر بھی استعمال کرتا ہے اور ملک بھر میں ہر لنگی بھی بولتا ہے اور ہم سنیوں کا بھی یہی عاویہ ہو گیا۔ جو لفظ مختلف ذہنیوں کے استعمال میں ہو اس کے معنی مشکوک ہو جاتے ہیں۔ جب تک بولنے والا اس کو واضح طور پر بتا نہ دے۔ یونیٹسٹ کا پاکستان وہ ہو گا جس کی مشینری سردار جو گند رنگہ کے ہاتھ ہو گی۔ لیگ کے پاکستان کے متعلق دوسری قومیں چھیتی ہیں کہ اب تک اس نے پاکستان کے معنی نہ بتائے اور جو بتائے وہ بھی الٹے پٹے ایک دوسرے سے ٹٹتے بتائے اگر یہ صحیح ہے تو لیگ

پیغام کو قبول کیا ہے اور جس مسئلے پر لیگ کی تائید کرتے پھرتے ہیں۔ وہ صرف اس قدر ہے کہ ہندوستان کے ایک حصے پر اسلام کی، قرآن کی آزاد حکومت ہو۔

وہ صرف اتنا سمجھ کر کہ قرآنی حکومت اسلامی اقتدار لیگ کا مقصد ہے اس کے ساتھ ہو گئے ہیں۔ ان کو چھوڑ کر لیگ باقی ہی نہیں رہتی۔۔۔

ص ۲۵ تا ص ۲۶ خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس

اس عظیم الشان سنی کانفرنس کی تیسری مجلس میں ۲۹ اپریل ۱۹۴۹ء بوقت صبح نویں تا ایک بجے دوپہر اندرون باغ فاطماں سب سے پہلی جو قرارداد منظور ہوئی وہ مطالبہ پاکستان کی پُر زور حمایت کے بارے میں تھی۔

قرارداد میں کہا گیا کہ آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پُر زور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہل سنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے

لئے ہر امکانی قربانی دینے کے واسطے تیار ہیں اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن کریم اور حدیث نبویہ کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔ (ص ۲۸ خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس)

حضرت خواجہ خواجگان معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کے موقع پر ۸، ۹ جون ۱۹۴۹ء کو آل انڈیا سنی کانفرنس اجمیر میں منعقد ہوئی اس عظیم الشان اجلاس کی صدارت سید آل رسول علی خاں سجادہ نشین اجمیر شریف نے فرمائی۔ ہزاروں علماء و مشائخ کے علاوہ ایک لاکھ سے زائد عوام الناس نے اس کانفرنس میں شرکت کی۔ حضرت سید محمد اشرف محدث کچھوچھوی صدر آل انڈیا سنی کانفرنس، حضرت علامہ صدر الفاضل نعیم الدین مراد آبادی ناظم عمومی، حضرت عبدالحمید بدایونی قادری، ناظم نشر و اشاعت، مبلغ اسلام حضرت علامہ شاہ عبد العظیم صدر لقی میرٹھی، حاجی محمد عازمین، مولانا جیلانی میاں، مولانا نذیر حسین دہلوی حضرت مولانا سید عبد المجید اور مولانا محمد عابد القادری کی تقاریر اور مسامعی نے اس اجلاس کو کامیاب بنایا۔

(خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس ص ۲۹)

اجمیر شریف میں منعقدہ آل انڈیا سنی کانفرنس کے اس اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی صدر آل انڈیا سنی کانفرنس نے فرمایا۔

اے سنی بھائیوں! اے مسطفیٰ کے لشکریوں! اے خواجہ کے مستواب تم کیوں سوچو کہ سوچنے والے مہربان آگئے اور تم کیوں رکو! کہ چلنے والی طاقت آگئی۔ اب بحث کی لعنت چھوڑو اب غفلت کے جرم سے خود باز آؤ۔ اٹھ پڑو کھڑے ہو جاؤ۔ چلے چلو۔ ایک منٹ بھی نہ رکو پاکستان بنا تو جو جا کر دم لو۔ کہ یہ کام اے سنیو! سن لو کہ تمہارا ہے۔ حضرات! میں نے ہر پاکستان کا نام لیا اور آخر میں صاف کہہ دیا کہ پاکستان بنانا صرف سنیوں کا کام ہے اور پاکستان کی تعمیر آل انڈیا سنی کانفرنس ہی کرے گی۔ اس میں سے کوئی بات بھی نہ مبالغہ ہے نہ شاعری ہے۔ اور نہ سنی کانفرنس سے غلو کی بنا پر ہے۔ پاکستان کا نام بار بار لیں جس قدر ناپاکوں کو چڑھ ہے اسی قدر پاکوں کا وظیفہ ہے اور اپنا اپنا وظیفہ کون سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے پورا نہیں کرتا۔ اب رہا پاکستان کا رٹنیاں است۔ یہ ملک کی کسی جماعت سے سیاسی تضادم کے لئے

نہیں کہا ہے بلکہ یہ ایک حقیقت ہے جس کا اظہار بلا خوف و تردد لازم کر دیا ہے۔

”اول تو مسلم لیگ کے سوا کوئی ٹولی ایسی نہیں جو پاکستان کے ساتھ لفظی موافقت بھی رکھتی ہے۔ الکفر و ملۃ واحدہ سارے ناپاکوں نے اپنے اندر پیشراعتانات رکھتے ہوئے پاکستان کے خلاف صف آرائی کر لی ہے اور مسلم لیگ میں پاکستان کا پیغام کس سے پہنچا اور کن لوگوں نے مسلم لیگ کا عقیدہ اس کو بنایا؟ اگر تاریخی طور پر دیکھا جائے تو وہ صرف سنی ہیں۔ پاکستان کے معنی اسلامی قرآنی آزاد حکومت ہے۔ مسلم لیگ سے ہمارے سنی کانفرنس کی مجلس عاملہ کے رکن حضرت سید زین الحسنات صاحب سجادہ نشین مانگی شریف (سرحد) نے لکھوا لیا ہے۔ اگر ایک دم سارے سنی مسلم لیگ سے نکل جائیں، تو کوئی مجھے بتا دے کہ مسلم لیگ کس کو کہا جائے گا۔ اس کا دفتر کہاں رہے گا۔ اور اس کا جھنڈا سارے ملک میں کون اٹھائے گا؟ ان حقائق میں کیا اس دعوے کی روشنی موجود نہیں کہ پاکستان صرف سنیوں کو بنانا ہے۔“

ص ۳۰۶ خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس

۲۳ تا ۲۵ صفر ۱۳۶۵ھ بمطابق ۲۸، ۳۰، ۳۱ جنوری ۱۹۴۶ء کو بریلی شریف میں امام محمد احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس کے موقع پر بھی صدر الفاضل علامہ محمد نعیم الدین مراد آبادی اور فقہ کی شہرہ آفاق کتاب ”بہار شریعت“ کے مصنف صدر الشریعہ حضرت علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ نے مسئلہ پاکستان کی حمایت میں پُر زور تقریر فرمائیں۔
صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی نے اس موقع پر مسلمان ہند کو کانگریس کی چال بازیوں سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا۔

”کانگریس فتنہ عظیم ہے۔ وہ ہندوستان سے مسلمانوں کے استعمال کا ارادہ کر چکی ہے اس کی بڑی سے بڑی آواز یہی ہے۔ یہی اس کا سوراخ ہے۔ یہی اس کی آزادی ہے ہم ہمیشہ سے مسلمانوں کو اس کے دام تزدیر سے بچانے کی سعی کرتے رہے ہیں اور اس کی اسلام دشمنی کا بے دریغ اظہار کرتے رہے ہیں۔ ہمارے تمام سنی کانفرنسیں جو ملک کے گوشہ گوشہ میں ہر صوبہ میں قائم ہیں کانگریس کے مقابلہ میں پوری جدوجہد کر رہی ہیں چنانچہ پچھلے الیکشن میں ان کانفرنسوں کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور کانگریس کو شکست ہوئی۔“ ص ۳۱

صدر الفاضل حضرت علامہ محمد نعیم الدین مراد آبادی نے اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔
”اگر آپ کو پاکستان حاصل کرنا ہے تو آپ اسلامی زندگی حاصل کیجئے اور اسلامی قوانین کے خود پابند ہو جائیے۔ اپنے گھر والوں کو پابند کیجئے۔ تب محلہ والوں پر ان کی بات کا اثر ہوگا۔ پاکستان حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ ظاہر و باطن سے اسلام کے خدائی ہوں۔ آپ کے عمل اور آپ کی وضع بنائی ہو کہ جو مسلمان آپ کی زبان پر ہے اس کا جذبہ صادق آپ کی رگ و پے میں سرایت کر چکا اور جب آپ کا اس جوش صادق کے ساتھ عزم راسخ ہو تو پھر پاکستان کا کوئی بھی روکنے والا نہیں۔“ ص ۳۱۱

۳ مئی ۱۹۴۶ء کو لاہور کی شاہی مسجد میں انجمن نعمانیہ ہند لاہور کا ساٹھواں اجلاس شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمہ کی زیر صدارت ہوا جس سے خطاب کرتے ہوئے آل انڈیا سنی کانفرنس کے رکن مولانا عبدالحامد بدایونیؒ نے فرمایا۔

”ہندوستان کے مسلمانوں کی تمام خرابیوں کا واحد حل قیام پاکستان میں مضمر ہے۔ پکتان دس کروڑ مسلمانوں کی زندگی اور موت کا سوال بن چکا ہے۔ ہم آزادانہ زندگی بسر کرنے کے لئے یا تو پاکستان حاصل کریں گے اور ریاست جائیں گے۔ دو ٹوک فیصلہ کی گھڑی آپہنچی ہے ہم پاکستان کی راہ کے ہر روڑے کو ہٹا دینے کا عزم بالجزم کر چکے ہیں۔ وزارت مشن کو تنبیہ کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا اگر دس کروڑ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ کو نظر انداز کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کے نتائج نہایت المیہ ناک ہوں گے۔“ ص ۳۱۵

یہ اقتباسات آل انڈیا سنی کانفرنسوں میں پڑھے جانے والے چند خطبات اور تقریریں سے لئے گئے ہیں۔ علاؤ مشائخ اہل سنت کی یہ عظیم جدوجہد اس حقیقت کی غماز ہے کہ پاکستان کا قیام، صرف مسلم لیگ ہی نہیں بلکہ آل انڈیا سنی کانفرنس کی بھی مجاہدانہ کادشوں سے ممکن ہوا اور آل انڈیا سنی کانفرنس جیسی عظیم تحریک کے بانی اور محرکین یا تو امام محمد احمد رضا شاہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ اور خلفائے تھے یا ان کے معتقدین، اس طرح بالواسطہ طور پر امام اہل سنت حضرت محمد احمد رضا شاہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کوششیں اور ان کی فکری اور نظریاتی رہنمائی قیام پاکستان کے لئے دہی اہمیت رکھتی ہے جو اس سلسلہ میں قائد اعظم محمد علی جناح علیہ الرحمہ اور حکیم الامت حضرت

علامہ محمد اقبال علیہ الرحمۃ کو حاصل ہے اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے مشہور صحافی کاظم نگار
اور اسلامی اسکالر میاں عبدالرشید اپنی کتاب

کیا گیا ہے۔ میں وزارت تعلیم پاکستان سے گزارش کروں گا کہ وہ اس سلسلہ میں فوری اور موثر اقدامات
کر کے تحریک پاکستان کی جامع اور مستند تاریخ مرتب کرے اور صرف اسی جامع اور مستند تاریخ کو مٹا کر
پاکستان وغیرہ کے نصاب کے لئے منظور کرے۔

برصغیر میں تجدید اچھائے دین اور دو قومی نظریہ کی ترویج و اشاعت کے لئے امام احمد رضاؒ
کی تاریخی جدوجہد اور عظیم کردار کو واضح طور پر اس تاریخ میں شامل کیا جائے۔ اور اس کے علاوہ
قیام پاکستان کے لئے آل انڈیا مسلم لیگ کانفرنس کی انقلابی جدوجہد اور علماء مشائخ اہل سنت کے مجاہدانہ
کردار کو مکمل طور پر تحریک پاکستان کی تاریخ اور مسئلہ پاکستان کے نصاب میں شامل کیا جائے اور
اگر ایسا نہ کیا گیا تو یہ نہ صرف ایک تاریخی بددیانتی ہوگی بلکہ یہ منفی طرز عمل قیام پاکستان کے لئے اپنا سب
کچھ قربان کر دینے والے علماء و مشائخ اہل سنت سے غداری کی بدترین مثال ہوگی۔

آل انڈیا مسلم لیگ کانفرنس نے صحافت کے میدان میں بھی دو قومی نظریہ کی ترویج و اشاعت اور
قیام پاکستان کے لئے انقلابی جدوجہد کی۔ امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ اور شاگرد صدر
الفاضل محمد نعیم الدین مراد آبادی نے ۱۹۱۸ء میں مراد آباد سے ماہنامہ ”السواد الاعظم“ جاری
کیا۔ جبکہ اس کی ادارت تاج العلماء علامہ مفتی محمد عمر نعیمی نے سنبھالی۔ اس کے علاوہ برصغیر
میں اہل سنت کا ترجمان ہفت روزہ ”الغنیۃ“ لکھنؤ سے جاری ہوا۔ جبکہ رام پور سے
”دبیر سکندری“ کے نام سے ایک روزنامہ ۱۸۶۶ء سے جاری ہوا۔

آج پاکستان میں تاریخ کا ایک طالب علم جب تاریخ تحریک پاکستان، مسئلہ پاکستان
کا مطالعہ کرتا ہے تو مورخین کی تاریخی بددیانتی، تعصب اور تنگ نظری کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے
وہ یہ دیکھ کر حیرت و استعجاب میں ڈوب جاتا ہے کہ ہماری تاریخ میں ان لوگوں کو ”ہیرو“ بنا کر پیش
کیا جا رہا ہے جنہوں نے دو قومی نظریہ کی مخالفت کی اور متحدہ قومیت کا پرچار کیا۔ برصغیر میں تحریک
اچھائے اسلام کا سہرا ان کے سر سجایا جا رہا ہے جو ایک آزاد اسلامی ریاست پاکستان کے سخت
مخالف اور اکھنڈ بھارت کے زبردست حامی تھے۔ میٹرک سے لے کر ایم۔ اے تک تاریخ تحریک
پاکستان اور مسئلہ پاکستان کے موضوع پر جتنی بھی کتب نصاب میں شامل ہیں ان میں آل انڈیا مسلم
لیگ کانفرنس کی عظیم جدوجہد کا ذکر تک نہیں۔ صرف بعض کتب میں ضمنی طور پر چند علماء و مشائخ کا نام دیا

۱۔ فتویٰ رقبویہ فی العطا یا نبویہ - امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ احکام شریعت

۳۔ بیعت و خلافت

۴۔ اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالسلام

۵۔ امام احمد رضا نمبر

۶۔ ملفوظات اعلیٰ حضرت

۷۔ فاضل بریلوی اور ترک موالات

۸۔ تحریک آزادی ہند اور السودا الاعظم

۹۔ امام اہل سنت

۱۰۔ گناہ یگناہی

۱۱۔ فاضل بریلوی اور امور بدعت

۱۲۔ خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس

۱۳۔ تحریک پاکستان

۱۴۔ تاریخ پاکستان

۱۵۔ اتاترک

۱۶۔ ابدالیہ

17. MY REMINISCENCES. BY M. S. TOOSY

۱۸۔ ماہنامہ ضیائے حرم - شمارہ اکتوبر ۱۹۸۵ء

۱۹۔ روزنامہ جنگ راولپنڈی - اشاعت ۶ نومبر ۱۹۸۵ء

۲۰۔ منزل ڈاٹری

امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ

==

==

==

المیزان مجیدی

مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا قادری

پروفیسر محمد سعید احمد

==

==

==

سید فاروق القادری

محمد جلال الدین قادری

پروفیسر احمد سعید

محمد عبداللہ ملک

ٹرکشن نیشنل کمیشن برائے یونیسکو

حضرت یعقوب چرخ رحمتہ اللہ علیہ

تبرکاتِ رضا

عشقِ حمید میں جسے چاک گریساں دیکھا

گل ہوا . صبح ہمیشہ اسے خنداں دیکھا

تھا ملاقاتِ تمنا کا ہمیں اک غم سے شوق

بارے آج اس کو مدینہ میں غزل خواں دیکھا

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ